علمی و تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

# نور معرفت

ربیع ثانی ،جمادی اوّل ،جمادی ثانی ۱۴۳۱ھ

دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت

'قرآن کریم میں قَسموں (OATHS) کی اُنواع'' (۳)

الکافی اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲)

تصور مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ایک حقیقت

معرفت شناسی اور اس کی اہمیت

توسل کی شرعی حیثیت

اصول فقہ میں سنت کی بحث (۱)

دین اور سیاست

پاکستانی اخبارات میں علامہ اقبال پر مقالات

شیعہ محدثین اور اُن کی کتب حدیث (۵)

اصول فقہ میں شیعہ علماء کی تصانیف (۱)

علمی وتحقیقاتی مجلہ

سہ ماہی **نور معرفت** اسلام آباد

جلد:۱ ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ بمطابق اپریل تا جون ۲۰۱۰ء شمارہ:۳

رجسٹرڈ نمبر ID 365 ڈیکلریشن نمبر 7334

## مجلس ادارت

سید حسین عارف نقوی (صدر مجلس) سید ثمر علی نقوی

محمد اصغر عسکری روشن علی

ڈاکٹر کرم حسین ودھو ڈاکٹر علی رضا طاہر

ڈاکٹر حسنین نادر ڈاکٹر سید راشد عباس نقوی

**مدیر**
سید رمیز الحسن موسوی

**سرکولیشن انچارج**
طاہر عباس

قیمت فی شمارہ 100 روپے زرِ سالانہ 400 روپے

پبلشر:۔ سید حسنین عباس گردیزی پرنٹرز:۔ پکٹوریل پریس، آبپارہ، اسلام آباد

خط وکتابت کا پتہ:۔ شعبہ تحقیقات، نور الہدیٰ ٹرسٹ، (رجسٹرڈ) بارہ کہو، اسلام آباد

فون: 051-2231937 ای میل noor.marfat@gmail.com

# اہم گذارشات

- مقالہ نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے تحقیقی مقالات مدیرِ نور معرفت کے نام ارسال کریں۔
- بہتر ہے کہ مضمون کمپوز شدہ ہوں اور ان کی ضخامت بیس /پچیس صفحات سے زائد نہ ہو۔ ممکن ہو تو مضمون کی سافٹ کاپی بھی ارسال کریں یا مدیر کے ای۔ میل پر ارسال کی جائے۔
- ممکن ہے کہ ادارہ ہر شمارے کے لیے محققین کو اپنی طرف سے جدید تحقیق طلب موضوعات کے نام ارسال کرے کہ ان پر تحقیق کی جائے۔
- حواشی اور حوالہ جات کے لیے اصلی مآخذ کو اختیار کیا جائے اور تفصیل سے لکھے جائیں اس طرح کتاب مصنف، طبع.......... سن طباعت......... ج.........ص .......... کے ساتھ مضمون کے آخر میں نمبر لگا کر دیے جائیں۔
- رسالہ نور معرفت میں علوم قرآن و حدیث، فقہ و اصول فقہ، کلام و فلسفہ اور اسلامی تاریخ، تعلیم و تدریس، تقابل ادیان،ادبیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، ثقافت و تمدن، قانون و اصول قانون وغیرہ پر اسلامی نقطہ نظر سے مقالات شایع کئے جاتے ہیں۔
- نور معرفت میں شائع شدہ مقالات کسی اور جگہ طبع کرانے کی صورت میں '' نور معرفت'' کا حوالہ دینا ضروری ہے۔
- علمی کتابوں پر تبصرے کے لیے مدیر نور معرفت کو کتابوں کی دو کاپیاں ارسال کی جائیں۔

# فہرست مطالب


| نمبر شمار | اداریہ | مؤلف | صفحہ |
|---|---|---|---|
| 1 | دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت | مدیر | 5 |
| | **قرآنیات** | | |
| 2 | ' قرآن کریم میں قسموں (OATHS) کی انواع '' (۳) | سید عقیل حیدر زیدی | 8 |
| | **سیرت** | | |
| 3 | الکافی اور سیرت ﷺ (۲) | سید حسنین عباس گردیزی | 22 |
| 4 | تصور مہدی ایک حقیقت | روشن علی | 43 |
| | **فلسفہ و کلام** | | |
| 5 | معرفت شناسی اور اس کی اہمیت | ڈاکٹر محمد حسنین نادر | 59 |
| 6 | توسل کی شرعی حیثیت | آفتاب حسین الجوادی | 69 |
| | **اصول فقہ** | | |
| 7 | اصول فقہ میں سنت کی بحث(ا) | سید ثمر علی نقوی | 88 |
| | **سیاسیات** | | |
| 8 | دین اور سیاست | محمد اصغر عسکری | 103 |
| | **اقبالیات** | | |
| 9 | پاکستانی اخبارات میں علامہ اقبال پر مقالات | سید حسین عارف نقوی | 116 |
| | **کتاب شناسی** | | |
| 10 | شیعہ محدثین اور اُن کی کتب حدیث (۵) | سید رمیز الحسن موسوی | 136 |
| 11 | اصول فقہ میں شیعہ علماء کی تصانیف(ا) | سید رمیز الحسن موسوی | 155 |

# شرکاء کا تعارف

## سید حسنین عباس گردیزی

چیئرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ ،پرنسپل جامعۃ الرضا ،بھارہ کہو ،اسلام آباد

## سید ثمر علی نقوی

مسئول شعبہ تبلیغات ،نور الہدیٰ ٹرسٹ ،بھارہ کہو اسلام آباد

## محمد اصغر عسکری

مسئول شعبہ اجتماعیات ،نور الہدیٰ ٹرسٹ ،بھارہ کہو اسلام آباد

## ڈاکٹر محمد حسنین نادر

پی ایچ ڈی (تہران یونیورسٹی )مدرس جامعہ بعثت رجوعہ سادات

## روشن علی

اسسٹنٹ پروفیسر، وفاقی نظامت تعلیمات ،اسلام آباد

## سید حسین عارف نقوی

محقق،کتاب شناس، پرنسپل(ر) ایف جی ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن اسلام آباد

## ملک آفتاب حسین الجوادی

محقق،مؤلف ،مدرس جامعہ الکوثر،اسلام آباد

## سید عقیل حیدر زیدی المشدی

ریسرچ اسکالر علوم اسلامیہ (کراچی)

## سید رمیز الحسن موسوی

مسئول شعبہ تحقیقات ،نور الہدیٰ ٹرسٹ ،بھارہ کہو اسلام آباد

## اداریہ

# دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت

ہر معاشرے کی نظریاتی بنیادیں ،اُس کے تعلیمی اداروں سے بننا شروع ہوتی ہیں۔اگر تعلیمی اداروں میں نظریات کی تشکیل نہ ہوسکے تو پھر کسی دوسرے ادارے سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ قوم وملت کے نونہالوں اور نوجوانوں کی فکری بنیادوں کی تعمیر کرسکے گا۔ہمارا معاشرا اور ہماری قوم کی بنیاد دین اور دیانت ہے ،اس میں کوئی شک نہیں کہ مملکت پاکستان کا قیام ہی اسی نظریئے کے تحت عمل میں لایا گیا تھا۔لہٰذا اگر اس مملکت کے تعلیمی ادارے دین و دیانت اور توحید پرستی کی بنیاد پر فرزندان ملت کی تربیت نہیں کرسکتے تو یہ اس قوم وملت کے لئے سب سے بڑا خسارہ ہو گا۔

اسی اہم ذمہ داری کے پیش نظر ملک کے تمام تعلیمی اداروں خواہ وہ دینی مدارس ہوں یا اسکول،کالجز اور یونیورسٹیاں ہوں، کا قومی اور دینی فریضہ ہے کہ وہ فرزندان ملت کی تعلیم وتربیت کے لئے جہاں عصری علوم وفنون پڑھانے اور سکھانے کا اہتمام کرتے ہیں وہاں اُن کی دینی تعلیم وتربیت کا بھی ضرور اہتمام کریں۔ تاکہ مسلمان طلباء اپنی دنیوی معاش اور معاشرت میں ترقی و پیش رفت کی منزلیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اُخروی زندگی کے حوالے سے بھی ایک مضبوط نظریئے اور عقیدے کے حامل ہوں اور ماورائے طبیعت پر یہی ایمان اور یقین اُن کی دنیوی زندگی کو منظّم وبہتر بنانے میں ممدومعاون ثابت ہوگا اور مادیت پرستی کی وجہ سے معاشرے کے بگاڑ میں کمی واقع ہو گی۔

اس سلسلے میں دینی مدارس اور جدید تعلیمی ادارے اعم از اسکول وکالج اوریونیورسٹی سب کے درمیان باہمی اعتماد اور تعاون کی ضرورت ہے۔دینی مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کے حوالے سے پیش آنے والے تمام سوالات اور شبہات کا جواب مہیا کریں اور دنیا میں ہونے والے سائنسی ،صنعتی ،سیاسی ،اجتماعی اور ثقافتی وتمدنی تحولات کو مد نظر رکھتے ہوئے جوانان ملت کی رہنمائی کریں۔اس سلسلے میں یونیورسٹیوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ جد ید علمی تحولات کے حوالے سے پیش آنے والے سوالات اور موضوعات کی تشخیص کے سلسلے میں علمائے دین اور دینی ماہرین کی رہنمائی کریں۔ہم اپنا یہ دعویٰ اُسی وقت ثابت کر سکیں گے کہ دین اسلام ایک ابدی دین ہے اور زمانے کے تمام تقاضوں کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے ؛لہٰذا دین کی ابدیت اور زمانے کے جدید چیلنجز کا جواب دینے کی صلاحیت ،اُسی وقت ثابت ہو سکتی ہے جب اس کے بارے میں دینی وعصری علوم وفنون میں ہم آہنگی برقرار کی جائے اور باہمی تعاون کے ساتھ ان سوالات کا مقابلہ کیا جائے۔اس لئے سب سے پہلے دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کاباہمی اعتماد بحال ہو نا چاہیے اور پھر مشترکہ علمی جدوجہد کے لئے آمادگی کا اظہار۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یونیورسٹیوں میں پڑھنے اور پڑھانے والے سبھی لوگ دیندار ہیں اور دین کی ابدیت پر پورا یقین رکھتے ہیں ؛لیکن پنہان ہاتھوں یا اپنی ناسمجھی کی وجہ سے دینی مراکز اور یونیورسٹیوں کے درمیان جو عدم اعتماد کی فضا بنی ہوئی ہے ،اُس کی وجہ سے اسلامی معاشرے اور مسلمان مملکت کے ان دونوں نظریات ساز اداروں کے درمیان خیالی خلیج بن گئی ہیں۔ہمیں اس خیالی خلیج اور دوری کو قربتوں میں بدلنا ہوگا تب جاکر ہم اپنے نوجوان نسل کو دین اور دیانت کا درس دے سکیں گے۔

اس مقصد کی خاطر دینی مدارس کو کھلے دل کے ساتھ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے دروازے اپنے طلباء پر کھولنے پڑیں گے جیسا کہ کسی حد تک اس کا آغاز ہو چکا اور دوسری جانب یونیورسٹی سے متعلقہ افراد خواہ وہ یونیورسٹی طلباء ہو یا اساتذہ ہوں یا دوسرے دانشور اور محققین سبھی کو اس مقصد کی خاطر اپنی صلاحیتوں کو بروکار لانا ہوگا اور اپنی ابدی واُخروی سعادت کے لئے دینی اور جدید علوم وفنون میں ہم آہنگی برقرار کرنے کے عملی راستے نکالنے ہوں گے اس سلسلے میں ہم یونیورسٹیوں اور مدارس کے محققین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر اپنی آراء ، نظریات اور عملی تجاویز پر مبنی مقالات پیش کریں۔اس کے لئے ''نور معرفت '' کے صفحات حاضر ہیں ،نور معرفت ہر علمی و تحقیقی تحریر کا کھلے دل سے استقبال کرے گا۔

## قرانیات

# '' قرآن کریم میں قَسموں (OATHS) کی انواع '' (تیسری قسط)

سید عقیل حیدر زیدی المشہدی

قرآن کریم میں قَسموں کی انواع کے حوالے سے گذشتہ مقالات میں ہم نے بیان کیا کہ قَسم کی ایک نوع '' صریح و ظاہر قَسم '' اور دوسری '' غیر صریح و مُضمَر قَسم ''ہوتی ہے، ان دونوں انواع کی مختلف صورتوں کی وضاحت بھی بیان کی، لیکن قَسم کی یہ تقسیم اسلوب اور روشِ قَسم کے لحاظ سے ہوتی ہے، جبکہ قَسم کو ہم قسم کھائی جانے والی چیز اور اس کے جواب کے لحاظ سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں، زیر نظر مقالے میں ہم انہی دو تقسیموں کے بارے میں بحث کریں گے۔

### ''مُقسَم بِہ'' (وہ چیزیں جن کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہیں)

عربی زبان میں قَسم ایک مکمل جملہ ہوتی ہے اور جملۂ قَسم میں بنیادی و اساسی رکن وہ چیز ہوتی ہے کہ جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے، اوراُسے اصطلاحاً ''مُقسَم بِہ'' کہتے ہیں، اور قرآن کریم کے یہ ''مُقسَم بِہ'' بہت زیادہ اہمیت اور توجّہ کے حامل ہیں، کیونکہ یہ ہر پڑھنے اور سننے والوں کی توجّہ اپنی جانب مبذول کرتے ہیں، تاکہ خود اِن کے ثبوت، استحکام اور ارزشمند ہونے کو جوابِ قَسم (مُقسَم عَلَیۡہِ) کے ثابت اور استوار ہونے کیلئے معیار قرار دیا جاسکے، البتہ قرآن کریم نے اِن قَسم کی چیزوں، یعنی''مُقسَم بِہ'' اور ان کے موارد میں بنیادی تبدیلی پیدا کی ہے، اور ایسے اُمور کی قسم کھائی ہے جو حقیقی اور واقعی ارزش رکھتے ہیں، قرآن کریم میں دیکھے جانے والے اور محسوس امور کی بھی قسم کھائی گئی ہے، جیسے: چاند، سورج، ستارے، زمین، آسمان، شب و روز،

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مکّہ مکرّمہ وغیرہ، اور نہ دیکھائی دینے والے، نامحسوس اور معنوی امور کی بھی قسم کھائی گئی ہے، جیسے: فرشتے، روز قیامت، ملامت کرنے والا نفس اور وہ چیزیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ (1)

## قرآن کریم میں ''مُقسَم بِہ'' کی انواع

قرآن کریم کی متعدد قسمیں پروردگار عالم کی ذاتِ اقدس، یعنی اس عالم کے مبداء ہستی سے تعلُّق رکھتی ہیں، اور یہ قسمیں ''اللہ'' اور ''ربّ'' کے عنوان سے کھائی گئی ہیں، اسم جلالہ ''اللہ'' سے قرآن کریم میں کل نو قسمیں واقع ہوئی ہیں، (2) لیکن اِن میں سے فقط دو مورد میں قسم کھانے کی نسبت خود اللہ کی ذات کی طرف ہے، (3) اور باقی سات موارد میں قسم کھانے والے انسان ہیں، اسی طرح لفظِ ''ربّ'' سے قسم کھانا بھی تقریباً 10 مقامات پر نظر آتا ہے، اِن میں سے پانچ موارد میں قسم کھانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، (4) اور تین مورد میں قسم کھانے کی نسبت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی طرف ہے، (5) اور لفظِ ''ربّ'' سے دو مورد میں قسم بندگانِ خدا کی جانب سے کھائی گئی ہے۔ (6)

نیز چار موارد میں بطور کنایہ بھی اللہ تعالیٰ کی قسم واقع ہوئی ہے، (7) لیکن مفسّرین کے درمیان اِن چار موارد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ قسمیں اس جگہ ہیں جہاں قسم حرف ''ما'' سے شروع ہوئی ہیں، جو مفسّرین اس ''ما'' کو ''مائے موصولہ'' جانتے ہیں، وہ ان قسموں کو ذاتِ پروردگار عالم کیلئے قرار دیتے ہیں، لیکن جو مفسّرین اِس ''ما'' کو ''مائے مصدریہ'' سمجھتے ہیں، اُن کے نزدیک یہ قسم، پروردگار عالم کے فعل اور اُس کی صنعت کے بارے میں ہے، نہ کہ خود اُس کی ذاتِ مقدّس کے بارے میں۔

اِس مذکورہ نوع کی قسمیں، قرآن کریم میں سب سے اعلیٰ و ارفع مرتبہ کی قسموں''مُقْسَم بِہ'' کو تشکیل دیتی ہیں، کیونکہ '' اللہ '' ہر چیز اور ہر شخص کے لئے، ہر حالت میں مرجع و پناہ گاہ ہے، اور ایسی ذات ہے جو تمام ملّتوں اور تمام قوموں کے درمیان موردِ قبول رہی ہے، اور اِس طرح کی قسموں سے حاصل ہونے والا اطمینان، دوسری چیزوں کی قسم کی نسبت، کہیں زیادہ ہے، اس لئے قسم میں اصل '' اللہ کی قسم '' ہی ہے، حتیٰ کہ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ بندگانِ خدا کے لئے غیر خدا کی قسم کھانا جائز ہی نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک طرح کا شرک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جس چیز کی چاہے قسم کھا سکتا ہے، اس لئے کہ یہ تمام چیزیں اُس کی مخلوقات اور پیدا کی ہوئی ہیں، اور یہ سب چیزیں اپنے خالق اور بنانے والے صانع پر دلالت کرتی ہیں، اور دوسری جانب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی اِن مخلوقات کی قسم کھانے کا مقصد انسانوں کو اِن کی ارزش و عظمت اور اُس منفعت کی طرف توجّہ دلانے کی خاطر ہے، جو خود انسانوں ہی کو اِن مخلوقات سے پہنچتی ہے۔(8)

قرآن کریم میں دو مورد میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات اور آپ کی پُر برکت زندگی، قسم کا موضوع قرار پائے ہیں،سورۂ حجر میں خداوند عالم آنحضرت ﷺ کی زندگی کی بالصراحت قسم کھاتا ہے، جبکہ سورۂ بُروج میں آپؐ کے تمام انسانوں حتیٰ کہ گذشتہ اُمتوں کے اعمال و کردار پر شاہد ہونے کو قسم کے ذریعے بیان فرماتا ہے اور یہ قسمیں آپؐ کی بارگاہ خداوندی میں شرافت اور عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔''ابن ِمَردویہ'' ابن ِعباس سے نقل کرتا ہے کہ '' اللہ تعالیٰ نے کسی کو، جو حضرت محمّد ﷺ سے زیادہ اُس کے نزدیک قابل احترام ہو، پیدا ہی نہیں کیا ہے اور ہم نے کبھی نہیں سنا کہ اللہ نے آپؐ کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔''(9)

قرآن کریم میں قسم کا ایک اور موضوع، خود ''قرآن مجید '' یعنی کتابِ شریعت دین مقدّس اسلام بھی ہے. پانچ سورتوں کے آغاز میں ''حروفِ مقطّعات'' کے بعد. اللہ تعالیٰ نے اِس کتاب مقدّس کی قسم کھائی ہے، حروفِ مقطّعات وہ حروف ہیں جو خود اس کتابِ الٰہی کی بلند و بالا عظمت پر دلالت کرتے ہیں، تین مورد میں قرآن کریم کی کسی ایک اعلیٰ صفت کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے،(10) اور دو مورد میں ''کتاب مبین'' کے عنوان سے قسم کھائی ہے،(11) لیکن خود اِن آیات کا ذیل اور جوابِ قسم اس مطلب کو ظاہر کرتے ہیں کہ ''کتاب مبین'' سے مراد قرآن کریم ہی ہے۔

''فرشتے '' جو اس جہان ہستی کے چلانے اور اس کا نظم و نسق برقرار رکھنے میں انتہائی کارآمد اور مطیعِ فرمان طاقت سمجھے جاسکتے ہیں، ارشاد رب العزت ہوتا ہے: (لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ)''وہ (فرشتے) ہرگز خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔''(12) چند سورتوں میں یہ فرشتے بھی قسم کا عنوان بنے ہیں، لیکن فرشتوں کے نام اور عنوان سے نہیں، بلکہ اس دیکھائی نہ دینے والی اور نامحسوس مخلوق کے مختلف اوصاف کے ذکر کرنے کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ اس عالم طبیعت کے تمام امور کو اِن ہی فرشتوں کے توسُّط سے انجام دیتا ہے، سورۂ صافّات، سورۂ مرسلات اور سورۂ نازعات کی تمام شروع کی قسمیں فرشتوں سے مربوط ہیں، لیکن سورۂ ذاریات کی چوتھی قسم (فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا) میں مفسّرین کے درمیان اختلاف ہے، بعض اس قسم کو فرشتوں کیلئے تفسیر کرتے ہیں، جبکہ دوسرے بعض مفسّرین اس قسم کو ہواؤں کا وصف قرار دیتے ہیں۔

قرآن کریم کی قسموں کے موضوعات میں سے ایک اور جالب نظر موضوع، جس نے ہمیشہ انسانی فکروں کو اپنی جانب مبذول رکھاہے، اور اس خوبصورت و حیرت انگیز جہان کے بارے میں

زیادہ سے زیادہ تفکّر اور تدبُّر کرنے کی دعوت دیتا ہے، وہ اس جہان ہستی کے موجودات کی قسمیں ہیں، جیسے: چاند، سورج، ستارے، زمین و آسمان، دن اور اس کی روشنی، رات اور اس کی تاریکی نیز ہر وہ چیز جو انسان دیکھ سکتا ہے اور وہ جو نہیں دیکھ سکتا۔(13)

اِن با عظمت موجودات کی قسمیں، جو قرآن کریم کی سب سے زیادہ قسمیں شمار ہوتی ہیں ایک جانب اِن موجودات کی عظمت اور اِن کی محکم و پائیدار خلقت کو بیان کرنے کی خاطر ہیں، کہ انسان جس قدر بھی اس کتاب تکوین عالم میں دقّت اور غور و فکر کرے، اس عالم ہستی کے اسرار اُس پر زیادہ سے زیادہ کھلتے اور آشکارا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور کسی بھی طرح کا کوئی نقص و عیب یا انحراف اِن موجودات میں مشاہدہ نہیں کرتا اور دوسری طرف یہ قسمیں اِن موجودات کے مخلوقِ خدا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ، اُن لوگوں کی سوچ کو، جو اِن موجودات میں سے بعض کو مورد پرستش و عبادت سمجھتے تھے یا سمجھتے ہیں، مردود شمار کرتا ہے۔

بعض مقدّس مکانوں اور کچھ خاص زمانوں کی قسمیں بھی قرآن کریم میں آئی ہیں، کیونکہ زمان و مکان میں سے ہر ایک، انسان کی ہدایت اور تربیت میں بنیادی اثر رکھتے ہیں، مقدّس مکانات، جیسے: کوہِ طور (حضرت موسیٰ کے مناجات کرنے کا مقام)، اللہ کا شہر اَمن (مکّہ مکرّمہ )، اور طواف کرنے والوں کا آباد گھر یعنی خانہ کعبہ،(14) اور اسی طرح عبادت و دعا کے مخصوص اوقات، جیسے: وقتِ فجر، صبح، ضحیٰ (چاشت کا وقت)، عصر، شب و روز وغیرہ کی بھی قسم کھائی گئی ہے، کیونکہ یہ تمام قسمیں انسان کی توجّہ اپنی طرف مبذول کرتی ہیں، اور جاذبِ نظر یہ ہے کہ اِن میں سے اکثر قسمیں کسی ایسی قید کے ساتھ ہیں، جو اِن قسموں کی تاثیر کو مزید بڑھا دیتی ہے اور زیادہ دقّت و توجّہ چاہتی ہے۔

بعض محقّقین نے قرآن کریم کی اِن تمام قسموں کو تین چیزوں میں منحصر کیا ہے،(17) یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا اپنی ذات اقدس کی قسم کھائی ہے، یا اپنے فعل کی قسم کھائی ہے، جیسے : (۔۔۔ وما بَنَاھا۔۔۔وَما طَحاھا۔۔۔وَ ما سَوّاھا)(16)اور یا اپنے مفعول کی قسم کھائی ہے، جیسے :(وَالطُّوْرِ وَکِتٰابٍ مَسْطُورٍ)(18)

شیخ طوسی ، ابو علی جبائی (جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ کی مخلوقات کی ہر قسم، حقیقت میں اُس کے خالق اور صانع کی قسم ہے) کی بات کو ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ '' اس طرح کی تأویلات قرآن مجید کے ظاہر کو بغیر کسی دلیل کے چھوڑنے کا موجب بنتی ہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ اس طرح کی قسمیں انسانوں کو اس عبرت اور منفعت کی جانب آگاہ کرنے کیلئے، جو اللہ تعالیٰ نے اِن مخلوقات میں رکھی ہے، کھائی گئی ہوں۔''(19)

بعض اِس عقیدے کی بناء پر کہ اللہ کے غیر کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، قرآن کریم کی تمام اُن قسموں میں، جو مخلوقات کی کھائی گئی ہیں، لفظ ''ربّ'' کو مقدّر جانتے ہیں، یعنی تقدیراًاِس طرح قرار دیتے ہے: (وَرَبِّ النّٰازِعٰاتِ،وَرَبِّ السَّمٰاءِ،وَرَبِّ الأرْضِ۔۔۔)اس کے نتیجے میں قرآن کریم کی تمام قسمیں فقط اللہ یا اس کی صفات کی کھائی گئی ہیں۔(20)

لیکن یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے اور محقّقین نے اس کے تین جواب دیئے ہیں، جو ہم بطور خلاصہ بیان کرتے ہیں:

**اوّل:**

تمام قسم کے موارد میں لفظ ''ربّ'' کا مقدّر ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ سورۂ حاقّہ کی قسم ''مجھے قسم ہے اُس کی جو تم دیکھتے ہو اور اُس کی جو تم نہیں دیکھتے ہو۔''(21) میں قسم کا دوسرا حصّہ خود

پروردگار عالم کو بھی شامل ہے، اور یہ دونوں قسم کے حصّے تمام عالم ہستی کو شامل ہیں، یعنی خالق و مخلوق ہر دو اس میں موجود ہیں، پس ''ربّ'' کے مقدّر ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نیز مائے موصولہ سے شروع ہونے والی قسموں میں بھی لفظِ ''ربّ'' کا مقدّر ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اس مائے موصولہ سے مقصود بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔(22)

**دوم:**

اگر قرآن کریم کی تمام قسموں میں لفظِ ''ربّ '' تقدیراً موجود ہو، تو قرآن کی قسموں کی تمام جذابیّت اور خوبصورتی، جو اس کتاب آسمانی کے اعجاز علمی کو تشکیل دیتی ہے، بے اہمیت اور بے اثر ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ نے اِن مختلف اور طرح طرح کی چیزوں کی قسم کھائی ہے، تاکہ انسان کو ان کی عظیم اور پائیدار خلقت کی طرف توجّہ دلائے اور اسطرح سے اُس مطلب کو، جس کے ثابت کرنے اور تاکید کی خاطر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں، تحقُّق بخشے، کیونکہ قرآن کی قسموں کا اپنے جواب کے ساتھ قریبی تعلّق اور ارتباط ہوتا ہے۔

**سوم:**

قرآن کریم کی سورتوں میں قسموں کی تعداد مختلف ہے، ایک قسم سے لے کر پانچ قسمیں تک پے در پے کھائی گئی ہیں،(23) حتی کہ سورۂ شمس میں گیارہ قسمیں واقع ہوئی ہیں، یہ متعدّد قسمیں خود اس مطلب کی طرف اشارہ ہیں کہ ''مُقْسَم بِہٖ'' ایک چیز نہیں ہے، بلکہ اللہ نے یہ چاہا ہے کہ اپنی مخلوقات کی مختلف انواع کی طرف انسان کو متوجّہ کرے، تاکہ اِن مخلوقات کی خلقت میں جو استحکام اور پائیداری ہے، انسان اس میں دقّت اور غور و فکر کرکے خالق عالم ہستی تک پہنچ سکے۔

## ''مُقْسَم بِہ'' کا کلام سے حذف ہونا

جملۂ قسم میں اصل یہ ہے کہ اُس کے تمام ارکان (فعل قسم، حرف قسم اور مُقْسَم بِہ) ذکر ہوں، جیسے: (فَلاٰ أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰارِقِ وَالْمَغٰارِبِ) ''مجھے قسم ہے تمام مشرق زمین اور مغرب زمین کے پروردگار کی۔''(24) لیکن کبھی جملۂ قسم کے ارکان میں سے کوئی ایک حذف ہوجاتا ہے، اور جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ کلام عرب میں قسم کی کثرت کی وجہ سے فعل قسم ہی زیادہ تر بطور تخفیف حذف ہوتا ہے، اور قرآن کریم کی اکثر قسمیں اسی طرح ہیں کہ ان میں فعل قسم حذف ہوا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ''مُقْسَم بِہ'' یعنی خود قسم کلام سے حذف ہوجاتی ہے اور فقط فعل قسم کے ذکر کرنے پر اکتفاء کی جاتی ہے، کیونکہ یہ فعل قسم کلام میں قسم کے موجود ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسے: (وَقٰاسَمَهُمٰا اِنِّی لَکُمٰا لَمِنَ النّٰاصِحِیْنَ) ''اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قسم کھائی کہ میں تمہیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں۔''(25)

## قرآن کریم میں جوابِ قسم ''مُقْسَم عَلَیْہِ'' کی انواع

قرآن کریم میں بہت سے مطالب، اِس کتابِ مقدّس کی قسموں کے جواب کو تشکیل دیتے ہیں اور یہ اس کتاب آسمانی کی خصوصیت ہے کہ انتہائی پیچیدہ اور دقیق مطالب کو، مختلف اور حیرت انگیز قسموں کے ذریعے ثابت کیا ہے، اور ان قسموں کے اسلوب اور روش کو، اِس کتاب کے علمی و بیانی اعجاز کے صورتوں سے شمار کیا جاسکتا ہے، کہ جس نے ہمیشہ اسلامی دانشمندوں اور محقّقین کی توجّہ اپنی جانب مبذول رکھی ہے۔

فخر رازی اِن جوابِ قسم کے بارے میں لکھتا ہے: ''وہ سورتیں جن کا آغاز حروف مقطّعِہ سے نہیں ہوا، اُن سورتوں کا جوابِ قسم، اسلام کے تین اصول میں سے کوئی ایک چیز ہے، یعنی

وحدانیت خداوند متعال، نبوّت و رسالتِ پیغمبر اکرم ﷺ اور روز قیامت اور اس دن انسانوں کا محشور ہونا، اور وہ دوسرے موضوعات جو جوابِ قسم واقع ہوئے ہیں، وہ اِن تین اصولوں کی فروعات ہیں اور اِن تین کی طرف لوٹ جانے والے امور ہیں۔''(26)

لیکن ابنِ قیّم جوزی قرآن کریم کی اِن قسموں کے جوابِ قسم کو پانچ انواع کے طور پر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''کبھی خداوند عالم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر قسم کھائی ہے اور کبھی اس بات پر کہ قرآن حق ہے اور مطالب حقّہ کو بیان کرتا ہے اور کبھی یہ کہ خدا کا نمائندہ (پیغمبر اکرم ﷺ) حق ہے (اور وہ سیدھے اور حق راستے پر ہے، اور اُس کی گفتگو سرچشمہ وحی سے لبریز ہے ) اور کبھی اس بات پر قسم کھائی ہے کہ روز جزاء و حساب حتماً واقع ہونے والا ہے اور قیامت کا وعدہ سچّا ہے، اور کبھی انسان کے حالات پر قسم کھائی ہے۔''(27)

اگرچہ بعض محقّقین نے اِن جوابِ قسم کو آٹھ اور دوسرے بعض نے دس انواع تک بھی وسعت دی ہے،(28) لیکن ہم اِن متعدّد انواع کو اسلام کے تین بنیادی اصولوں کی طرف پلٹا سکتے ہیں، جیسا کہ فخر رازی نے بیان کیا ہے، حتّیٰ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ تمام اِن قسموں کو جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کھائی ہیں، مبعوث و محشور ہونے اور قیامت کے برپا ہونے کے لئے قرار دیں، اور تمام جوابِ قسم کو اِس مہم مسئلے سے کسی طرح ربط دیں، کیونکہ پروردگار عالم کی وحدانیت اور اُس کی لامحدود قدرت ہو یا پیغمبر اکرم ﷺ اور قرآن کے صدقِ گفتار اور سچّے ہونے کا معاملہ، سب کے سب حقیقت میں مبعوث و محشور ہونے اور روز قیامت کے برپا ہونے کا یقین دلانے کے لئے ہیں، اس لئے کہ جو کوئی بھی روز قیامت کو قبول کرتا ہے، وہ خداوند عالم کی وحدانیت و قدرت، پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآن کے وحی الٰہی ہونے کو بھی قبول کرتا ہے، لیکن جوروز قیامت کا منکِر ہے، حقیقت میں وہ پروردگار عالم کے علم و قدرت

اور وحدانیت، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت و رسالت اور قرآن کے وحی الٰہی ہونے اور اس کے وعدوں کو بھی قبول نہیں کرتا ہے، اور اِن سب امور کا بھی منکِر ہے۔

## جملہ جوابِ قسم ''مُقْسَم عَلَیْہِ'' کا کلام سے حذف ہونا

کبھی جملہٗ جوابِ قسم کلام سے حذف ہوجاتا ہے، لیکن تقدیراً موجود ہوتا ہے، اور ''ڈاکٹر عایشہ'' جو اس طرح کے موارد میں یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ قسم، اپنے جواب سے بے نیاز ہے اور اصلی ہدف و مقصد خود قسم کا بیان کرنا ہی ہے، تاکہ انسانوں کو قسم کے موارد کی بزرگی و عظمت کی طرف متنبّہ اور آگاہ کیا جاسکے۔(29) اُن کا یہ عقیدہ درست نہیں ہے، کیونکہ حقیقت میں مقصودِ اصلی خود جوابِ قسم ہی ہوتا ہے، اور جملہٗ قسم، جوابِ قسم کے بغیر ناقص ہے، اور قرآن کریم کی صریح و ظاہر قسموں میں فقط چھ موارد میں جوابِ قسم محذوف ہے۔(30) اور باقی تمام موارد میں جوابِ قسم ذکر ہوا ہے ،مزید یہ کہ قرآن کریم کی قسمیں، تمام ہی موارد میں عظمت و اہمیت کی حامل ہیں، کیونکہ پروردگار عالم کی مورد عنایت قرار پائی ہیں، اس لئے ہم فقط اِن چھ موارد میں جہاں جوابِ قسم حذف ہوا ہے، قسموں کو با عظمت قرار نہیں دے سکتے۔

جلال الدین سیوطی جوابِ قسم کے حذف ہونے کے بارے میں لکھتا ہے: ''جوابِ قسم اکثر اُس جگہ حذف ہوتا ہے، جہاں خود قسم '' مُقْسَم بِہ''اُس جواب پر دلالت کرے، اور غرض خود قسم کے ذکر کرنے سے حاصل ہو جائے، پس جوابِ قسم ''مُقْسَم علیہ'' کا حذف ہونا، اس کے ذکر سے زیادہ بلیغ تر اور مختصر تر ہے، جیسے: ( صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ) (31) اِس قسم میں خود قرآن کی عظمت بیان ہوئی ہے اور قرآن کا ذکر اور یادآوری والا ہونا ایسا وصف ہے، جو اس بات کو متضمِّن ہے کہ قرآن بندوں کی جو بھی نیاز اور ضرورت ہے اُسے بیان کرتا ہے اور یہ وہی چیز

ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے، یعنی یہ کہ قرآن حق ہے اور اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (32)

ابن قیّم جوزیہ بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قرآنی قسموں اور ان کے جواب کے درمیان خاص طرح کا تناسب قائم ہے، اور خدا وند عالم نے ایسی قسموں کو اختیار کیا ہے کہ جو جوابِ قسم کے ساتھ شدید اور گہرا تعلّق رکھتی ہیں ، لہٰذا جس جگہ قرآن کریم کی قسم کھائی ہے اور اُس کا جوابِ قَسم حذف ہوا ہے، ضروری ہے کہ وہ جواب خود قرآن کا سچا اور حقّ ہونا ہو۔(33)

لیکن ''ابن قیّم'' کی یہ بات درست نظر نہیں آتی، کیونکہ قسم اور جوابِ قسم کے درمیان تناسب اور تعلُّق ہونا ایک چیز ہے، اور ان دونوں کا ایک ہی چیز ہونا، دوسری چیز ہے، اس لئے کہ لازم اور ضروری نہیں ہے کہ قسم اور جوابِ قسم ایک ہی چیز ہوں، جیسا کہ سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمﷺ کے رسول اور منذِر (ڈرانے والا) ہونے پر قرآن کی قسم کھائی ہے، اور بہت واضح ہے کہ قرآن اور آنحضرتؐ کے درمیان نزدیک کا تعلُّق و ارتباط موجود ہے، لیکن یہ دونوں ایک چیز نہیں ہیں۔

وہ چھ مقامات جہاں جوابِ قسم محذوف ہے، اُن میں سے سورۂ صاد اور سورۂ قاف میں، وہ جوابِ قسم جو محذوف ہے، خود اِن دونوں سورتوں کے سیاق اور سورۂ یٰسین کی مدد سے حاصل کیا جا سکتا ہے، اور وہ پیغمبر اکرمﷺ کا منذِر ہونا ہے، قرآن کریم آنحضرتؐ کی حقانیت و صداقت کی سند ہے، اور آپؐ کی رسالت کی تائید کرتا ہے، اور حقیقت میں آپؐ کی رسالت کا ایک آلہ ہے، کہ آپؐ اِس کی آیات کی تلاوت فرماکر لوگوں کو انذار فرماتے تھے۔ باقی چار سورتوں (قیامت، نازعات، بروج اور فجر) میں وہ محذوف جوابِ قسم، تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ ہونا، روز قیامت کا احوال اور نیز کافروں کا عذاب دیا جانا ہے، جو انہی سورتوں کے سیاق اور بعد

کی آیات سے معلوم ہوجاتا ہے، کیونکہ اِن سورتوں کا محور اصلی اور موضوع قیامت اور اس روز کے حالات کے گرد چکر لگاتا ہے۔

(وَالسَّلامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ)

seydaqeel@yahoo.com

------

## حوالہ جات

1۔ فَلاَ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ * وَمَا لاَ تُبْصِرُونَ (سورۂ حاقہ، آیت 38 اور 39) ''مجھے قسم ہے اُس کی جسے تم دیکھ رہے ہو اور اُس کی بھی جس کو تم نہیں دیکھ رہے ہو۔''

2۔ سورۂ انعام، آیت 23 ؛ سورۂ یوسف، آیت 73، 85، 91 اور95 ؛ سورۂ نحل، آیت 56، 63 ؛ سورۂ انبیائ، آیت 57 ؛ سورۂ شعرائ، آیت 97

3۔ سورۂ نحل، آیت 56 اور 63

4۔ سورۂ نسائ، آیت 65 ؛ سورۂ حجر، آیت 92 ؛ سورۂ مریم، آیت 67 ؛ سورۂ ذاریات، آیت 23 ؛ سورۂ معارج، آیت 40

5۔ سورۂ یونس، آیت 53 ؛ سورۂ سبائ، آیت 3 ؛ سورۂ تغابن، آیت 7

6۔ سورۂ انعام، آیت 23 اور 30

7۔ سورۂ شمس، آیت 5،6 اور 7 ؛ سورۂ لیل، آیت 3

8۔ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی ، اَلْاِتْقَانُ فِی عُلُوْمِ الْقُرْآنِ ، ج 4 ، تحقیق : محمد ابو الفضل ابراھیم ، منشورات الشریف الرضی ، بیدار عزیزی ،ص 55 ؛ بدر الدین الزرکشی ، اَلْبُرْھَانُ فِی عُلُوْمِ الْقُرْآنِ، ج 3، تعلیق : مصطفیٰ عبد القادر عطا ، الطبعۃ الاُولیٰ ، بیروت ، دار الفکر، 1408 ق (1988م) ، ص 47

9۔ابو علی الفضل ابن الحسن الطبرسی، مَجۡمَعُ الۡبَیَانِ فِی تَفۡسِیۡرِ الۡقُرۡآنِ، ج 6 ، گذشتہ ، ص 526؛ جلال الدین السیوطی، اَلۡاِتۡقَانُ فِی عُلُوۡمِ الۡقُرۡآنِ، ج 4 ، گزشتہ ، ص 55

10۔ سورۂ یٰسین، آیت 2 ؛ سورۂ ص، آیت 1 ؛ سورۂ ق، آیت 1

11۔ سورۂ زخرف، آیت 2 ؛ سورۂ دخان، آیت 2

12۔ سورۂ تحریم، آیت 6

13۔ رجوع کریں : سورۂ حاقہ ، آیت 38 اور 39، گزشتہ

14۔ رجوع کریں : سورۂ طور، آیت 1 اور 4 ؛ سورۂ تین ، آیت 2 اور 3 ؛ سورۂ بلد ، آیت 1

15۔ رجوع کریں : سورۂ فجر، آیت 1 تا 4 ؛ سورۂ شمس ، آیت 3 اور 4 ؛ سورۂ لیل ، آیت 1 اور 2 ؛ سورۂ ضحیٰ ، آیت 1 اور 2 ؛ سورۂ عصر ، آیت1 ؛ سورۂ انشقاق ، آیت 17 ؛ سورۂ تکویر ، آیت 17 اور 18

16۔ سورۂ شمس ، آیت 5 تا 7

17۔ جلال الدین السیوطی، اَلۡاِتۡقَانُ فِی عُلُوۡمِ الۡقُرۡآنِ، ج4 ، گزشتہ ، ص 55 ؛ بدرالدین الزرکشی،اَلۡبُرۡهَانُ فِی عُلُوۡمِ الۡقُرۡآنِ، ج 3 ، گزشتہ ، ص 47

18۔ سورۂ طور، آیت 1و2

19۔ محمد ابن الحسن الطوسی، اَلتِّبۡیَانُ فِی تَفۡسِیۡرِ الۡقُرۡآنِ، ج 9 ، تحقیق و تصحیح : احمد قصیر العاملی ، الطبعۃ الاُولیٰ ، مکتبۃ الاعلام الاسلامی ، 1409 ق، ص 509

20۔ محمد ابن عمر ابن حسین القرشی ، المعروف بہ فخر رازی، اَلتَّفۡسِیۡرُ الۡکَبِیۡرِ اَوۡ مَفَاتِیۡحُ الۡغَیۡبِ ، ج 26 ، الطبعۃ الثالثۃ ، بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، بدون ِ تاریخ ، ص 117

21۔ سورۂ حاقہ ، آیت 38 اور 39

22۔ رجوع کریں : سورۂ شمس ، آیت 5 ،6اور 7 ؛ سورۂ لیل ، آیت 3

23۔ رجوع کریں: سورۂ طور ، آیت 1 تا 6 ؛ سورۂ مرسلات ، آیت 1 تا 5؛ سورۂ نازعات ، آیت 1 تا 5

24۔ سورۂ معارج، آیت 40؛ نیز رجوع کریں: سورۂ قیامت ، آیت 1 اور 2 ؛ سورۂ حاقّہ ، آیت 38 اور 39 ؛ سورۂ مائدہ ، آیت 108

25۔ سورۂ اعراف ، آیت 21 ؛ نیز رجوع کریں: سورۂ مجادلہ ، آیت 18 ؛ سورۂ اعراف ، آیت 49

26۔ محمد ابن عمر ابن حسین القرشی ، المعروف بہ فخر رازی ،اَلتَّفْسِیْرُالْکَبِیْرُأَوْ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ ، ج 26 ، گزشتہ ، ص 627

27۔ شمس الدین محمد ابن ابی بکر ( المعروف بابن ِ قیّم الجوزیّۃ)،اَلتِّبْیَانُ فِی أَقْسَامِ الْقُرْآنِ، تصحیح و تعلیق : طٰہ یوسف شاھین ، بیروت ، دار الکتبس العلمیۃ ، ۱۴۰۲ ق ، ص 7

28۔ رجوع کریں: محمد المختار السلامی، اَلْقَسَمُ فِی اللُّغَةِ وَفِی الْقُرْآنِ، الطبعۃ الُاولیٰ ، بیروت ، دار الغرب الاسلامی ، 1999 م ، ص 94 تا 99 ؛ علی العامر فارس، ظَاهِرَةُ الْقَسَمِ فِی الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ، قم مقدّس ، دار انوار الھدیٰ ، ۱۴۱۴ق ، ص 83 تا 85

29۔ رجوع کریں: عایشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی ، اِعجاز بیانی قرآن، حسین صابری ، تہران ، شرکت انتشارات علمی و فرہنگی ، 1376 ش ، ص 149

30۔ رجوع کریں : سورۂ ص ؛ سورۂ ق ؛ سورۂ قیامت؛ سورۂ نازعات ؛ سورۂ بروج ؛ سورۂ فجر

31۔ سورۂ ص ، آیت 1

32۔ جلال الدین السیوطی ،اَلاِتْقَانُ فِی عُلُوْمِ الْقُرْآن ، ج4 ، گزشتہ ، ص 58

33۔ شمس الدین محمد ابن ابی بکر ( المعروف بابن ِ قیّم الجوزیّۃ)،اَلتِّبْیَانُ فِی أَقْسَامِ الْقُرْآن، گزشتہ ، ص 11 ،12 اور 267

## سیرت

# الکافی اور سیرت نبوی ﷺ (۲)

سید حسنین عباس گردیزی

### بیت الخلاء کے آداب

### بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا :

حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم تک حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب استنجا فرماتے تو انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں ہوتی جس کا نقش ''محمد رسول اللہ '' تھا اور امیرالمومنین بھی ایسا ہی کرتے تھے انہوں نے فرمایا : کہ انہوں نے سچ کہا ہے میں نے پوچھا پس ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں انہوں نے فرمایا :وہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے جب کہ تم لوگ بائیں ہاتھ میں پہنتے ہو۔(1)

اس حدیث سے دوباتوں کا استفادہ ہوتا ہے ایک بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا اور دوسری دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا یہ دونوں سنت ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا :

اُس نے پوچھا کہ بیت الخلا میں داخل ہونے کی سنت کیا ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ کاذکر کرو اور شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو ،اور جب فارغ ہو جاؤ تو (الحمد للہ علی ما اخرج منی من الاذی فی یسر وعافیہ) کہو (2)

## جنازہ اٹھانے کے آداب

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا :

تابوت کو اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ اُسے چاروں طرف سے اٹھایا جائے اس کے علاوہ حالت میں اٹھانا بھی جائز ہے۔(3)

**امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :**

جنازہ اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ تابوت کے سامنے سے آئے اور اس کی دائیں جانب سے اپنے بائیں کندھے سے اٹھائے پھر دوسری طرف سے اٹھائے اور پھر پچھلی طرف سے چکر لگا کر تابوت کا تیسرا پایہ اٹھائے اور پھر بائیں جانب چوتھے پایہ کو اٹھائے۔(4)

## دفن کے بعد آداب

**امام باقرعلیہ السلام نے فرمایا :**

جب کوئی بنی ہاشم میں سے فوت ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ایک خاص عمل انجام دیتے جو کسی اور کے لیے نہ کرتے اور وہ یہ تھا کہ جب کسی ہاشمی کی میت لائی جاتی اس پر نماز پڑھتے اور اس کی قبر پر پانی چھڑکتے پھر اپنا دست مبارک قبر پر اس طرح رکھتے کہ انگلیاں مٹی کے اندر چلی جاتیں۔جب کوئی اجنبی یا مسافر مدینے میں آتا اور اس تازہ قبر پر آپ ﷺ کی انگلیوں کے نشان دیکھتا تو پوچھتا کہ آل محمد ﷺ سے کون فوت ہوا ہے ؟(5)

عبد الرحمٰن بن ابی عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے قبر پرہاتھ رکھنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے فرمایا :

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کی قبر پر پانی ڈالنے کے بعد ایسا کیا ،روای کہتا ہے کہ میں نے پوچھا اپنے ہاتھ کو کس طرح مسلمانوں کی قبر پر رکھوں ؟انہوں نے ہا تھ کو زمین پر رکھا اور پھر اٹھایا جب کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف تھا۔(6)

# میت کو حنوط کرنے کے آداب

## امام باقر علیہ السلام نے فرمایا :

میت کے لیے کافور کی مقدار زیادہ سے زیادہ تیرہ اور ایک تہائی درہم کا ہونا سنت ہے۔انہوں نے فرمایا : جبرئیل علیہ السلام حنوط کے لیے جو کافور آنخضرت ؐ کی خدمت میں لائے جس کا وزن چالیس درہم تھا۔آپ ؐ نے اس کے تین حصے کیے۔ایک حصہ اپنے لیے رکھا دوسرا حصہ علی علیہ السلام کے لیے تیسر افاطمہ زہرا ؑ کے لیے قرار دیا۔(7)

# میت کے کفن کی مقدار

## زرارہ بن اعین اور محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت عرض کیا :

کیا میت کے لیے عمامہ کفن کا حصہ ہے ؟آپ نے فرمایا : نہیں ! واجب کفن تین کپڑوں اور ایک بڑی چادر پر مشتمل ہے جو پورے بدن کو ڈھانپ لے۔اور جو اس سے زیادہ ہے وہ پانچ کپڑوں تک سنت ہے لیکن اس سے زیادہ بدعت ہے اور عمامہ سنت ہے۔(8)

# عورت کی تدفین کے آداب

سکونی نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا :رسول ﷺ کی سنت تھی کہ عورت کی قبر میں اس کے محرم کے سوا کوئی داخل نہیں ہوتا تھا۔(9)

## تدفین کے آداب

علی بن یقطین بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام کاظم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبر میں عمامے ، ٹوپی،جوتوں اور اوڑھنے والی چادر کے ساتھ داخل نہ ہوں ،داخل ہوتے وقت اپنے بٹن کھول لیں۔یہی سنت رسول ﷺ تھی۔(داخل ہوتے وقت )شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو ،سورہ حمد، ناس ، خلق ،توحید اور آیت الکرسی کوپڑھیں۔(10)

عمر بن اذنیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے دیکھا ،آپ مٹی اٹھا کر کچھ دیر مٹھی میں رکھتے پھر ڈالتے اور انہوں نے تین مرتبہ سے زیادہ مٹی نہیں ڈالی ،میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا :

اے عمر ! میں کہتا ہوں اے اللہ میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور قیامت کے دن مردوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کی تصدیق کرتا ہوں یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں وعدہ دیا ہے۔اور ان کی بات کو تسلیم کرتا ہوں۔

پیغمبر اکرم ﷺ اسی طرح عمل کرتے تھے اور سنت بھی یہی ہے۔(11)

# میت کے سوگ کے آداب

## امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

جب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ کو حکم دیا کہ اسماء بنت عمیس کے لیے تین دن تک کھانا تیار کریں وہ اور دیگر عورتیں تین دن تک اس کے پاس رہیں پس یہ سنت بن گئی کہ سوگوار خاندان کے لیے تین دن تک کھانا بھیجا جائے۔(12)

امام باقر علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ آٹھ سو درہم ان کی وفات اور سوگواری کے مراسم پر خرچ کیے جائیں،آپ اسے سنت قرار دیتے تھے چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ حضرت جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا لے جائیں کیونکہ وہ مصیبت میں مبتلا ہیں۔(13)

# مسواک کے آداب

## امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

مسواک کرنا انبیاء کی سنت ہے۔(14)

حلبی نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو وضو کے لیے پانی اور مسواک لانے کا حکم دیتے اور آپ ﷺ اس کا منہ ڈھانپ کر اپنے سرہانے رکھ دیتے۔اس کے بعد جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا آپؐ سوتے اور پھر بیدار ہو جاتے آپؐ مسواک کرتے ،وضو فرماتے اور چار رکعت نماز پڑھتے اور دوبارہ سو جاتے پھر اٹھتے ،مسواک کرتے ،وضو کرتے اور نماز ادا کرتے تھے۔

## امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

رسول خدا ﷺ تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔آخر میں انہوں نے فرمایا : آنحضرتؐ جب بھی سو کر اٹھتے مسواک کرتے تھے۔(15)

کافی میں مروی ہے کہ سحر کے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔(16)

# وضو کے آداب

## زرارہ نقل کرتے ہیں کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا :

کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا وضو نہ بتاؤں ؟

ہم نے کہا ضرور بتائیں اس پر انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور اُسے اپنے سامنے رکھا، اپنی آستینوں کو الٹایا اور دائیں ہاتھ کو پانی میں ڈالا اور فرمایا ایسا اس وقت ہے ،جب ہاتھ پاک ہوں، پھر انہوں نے پانی کا چلو بھرا اور اپنی پیشانی پرڈالا پھر 'بسم اللہ'پڑھی اور پانی کو چہرے پر جاری فرمایا اور گیلے ہاتھ کو پیشانی اور چہرے پر پھیرا،اس کے بعد بائیں ہاتھ کو پانی میں ڈالا، پانی کا چلو بھرا،اور دائیں ہاتھ کی کہنی پرڈالا اور بائیں ہاتھ کو داہیں ہاتھ پر پھیرا اور پانی کو انگلیوں کے سروں تک پہنچایا اس کے بعد بائیں کہنی پر ڈالا اور اس پر ہاتھ پھیرا اور پانی کو انگلیوں کے سروں تک پہنچایا۔اس کے بعد دائیں ہاتھ میں پانی بھر کر بائیں کہنی پر ڈالا اور اس پر ہاتھ پھیرا اور پانی کو انگلیوں کے سروں تک پہنچا دیا،اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا اس کے بعد دائیں اور بائیں ہاتھ کی تری سے دونوں پاؤں کی پشت پر مسح کیا اور فرمایا :

اللہ تعالیٰ یکتا ہے اور یکتائی کو پسند فرماتا ہے۔پس تیرے لے وضو کے لیے تین چلو پانی کافی ہے ایک چہرے کے لیے اور دو چلو دونوں ہاتھوں کے لیے اور دائیں ہاتھ کی تری سے سر کے اگلے حصے اور دائیں پائوں کی پشت کا مسح کرو اور بائیں ہاتھ سے بائیں پائوں کی پشت کا مسح کرو۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے رسول خدا ﷺ کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اسی طرح بیان فرمایا(17)

## آداب نماز

### امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

رسول اللہ ﷺ،واجب نمازوں سے دگنا مستحب نمازیں پڑھتے تھے اور واجب روزوں سے دگنا مستحبی روزے رکھتے تھے۔(18)

حنان روایت کرتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمرو بن حریث نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا ،اس نے کہا میں آپ پر قربان جائوں مجھے رسول خدا ﷺ کی نماز کے بارے میں آگاہ کریں۔انہوں نے فرمایا:رسول اکرم ﷺ ظہر کی آٹھ رکعت نافلہ اور چار رکعت واجب، عصر کی آٹھ رکعت نافلہ او ر چار رکعت واجب ،مغرب کی تین رکعت واجب او ر چار رکعت نافلہ ،چار رکعت نماز عشاء تہجد کی آٹھ رکعت نافلہ اور تین رکعت نماز وتر اور صبح کی دو رکعت نماز واجب اور دو رکعت نافلہ پڑھتے تھے۔میں نے عرض کیا: قربان جاؤں ! اگر مجھ میں اس سے زیادہ نماز پڑھنے کی طاقت ہو تو کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس زیادتی پر مجھے عذاب دے گا ؟(19)

انہوں نے فرمایا : نہیں لیکن سنت کے ترک کرنے پر وہ تجھے عذاب دے گا۔

## امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

پیغمبر اکرم ﷺ سفر اور حضر دونوں میں ہر رات تیرہ رکعت نماز ادا کرتے تھے، نماز وتر اور صبح کی دو رکعت نفل انہی میں شامل تھیں۔(20)

حلبی نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول خدا ﷺ عشاء کی نماز ادا فرما لیتے تو اپنے وضو کے پانی جو ڈھکا ہوا ہوتا تھا اور مسواک کو لانے کا حکم دیتے آپؐ انہیں اپنے سرہانے رکھ دیتے، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا آپ نیند کرتے پھر سو جاتے، دوبارہ بیدار ہوتے اور مسواک اور وضو کرکے چار رکعت نماز ادا فرماتے پھر سو جاتے یہاں تک کہ صبح کے قریب اٹھتے وتر پڑھنے کے بعد دو رکعت نماز ادا فرماتے اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

میں نے پوچھا آنحضرت ﷺ کب بیدار ہوتے تھے؟

فرمایا: ایک تہائی رات کے بعد، ایک اور حدیث میں انہوں نے فرمایا: آدھی رات کے بعد ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ کا قیام، رکوع اور سجود (وقت کے لحاظ سے) مساوی ہوتے تھے اور جب بھی نیند سے بیدار ہوتے ہر بار مسواک کرتے اور سورہ آل عمران کی آیات ''ان فی خلق السموات والاض۔۔۔۔الی قولہ انک لاتخلف المیعاد'' کی تلاوت کرتے تھے۔(21)

## نماز کا وقت

یزید بن خلیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ نماز کے اوقات کے بارے میں عمر بن حنظلہ نے آپ کا ایک قول نقل کیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا وہ ہم پر جھوٹ نہیں باندھتا، میں نے عرض کیا کہ اس نے کہا ہے کہ نماز مغرب کا وقت وہ ہے جب سورج چھپ جائے مگر جب پیغمبر اکرم ﷺ سفر میں تیز رفتاری سے چل رہے ہوتے تھے تو نماز مغرب میں تاخیر فرماتے اور اُسے نماز عشاء کے ساتھ پڑھتے تھے۔امامؑ نے فرمایا : اس نے درست کہا ہے۔(22)

## جمع بین الصلاتین

### امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

جب زوال آفتاب ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے بغیر کسی عذر اور سبب کے ظہر اور عصر کی نماز با جماعت ادا کی اور مغرب کی سرخی ختم ہونے سے پہلے کسی عذر کے بغیر مغرب اور عشاء کی جماعت کروائی۔ آنحضرتؐ نے ایسا اس لیے کیا تاکہ امت کے لیے وقت وسیع ہو جائے۔

عبد اللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ

برسات کی ایک رات میں مغرب کے وقت مسجد النبی ﷺ میں موجود تھا اتنے میں مغرب کی اذان ہوئی اور اقامت کہی گئی اور لوگوں نے مغرب کی نماز ادا کی پھر لوگوں کو اتنی فرصت دی گئی کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر سکیں پھر مسجد میں ایک شخص اپنی جگہ اٹھا اور اس نے اقامت کہنا شروع کر دی پس لوگوں نے نماز عشاء ادا کی اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے میں نے اس کے متعلق امام صادق علیہ السلام سے پوچھاانہوں نے فرمایا :

رسول اکرم ﷺ اسی طرح انجام دیا کرتے تھے۔(23)

## امام صادق علیه السلام نے فرمایا :

جب نماز کا وقت ہو تا تو رسول اللہ ﷺ حضرت بلال سے فرماتے اے بلال دیوار پر چڑھو اور بلند آواز سے اذان کہو۔(24)

## اذان کو دہرانا

## امام محمد باقر علیه السلام نے فرمایا :

رسول اکرم ﷺ جب موذن کی اذان سنتے تو اس کے تمام جملے دہراتے تھے۔(25)

## امام صادق علیه السلام نے فرمایا :

رسول اکرم ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنی مخصوص چھڑی سامنے رکھ لیا کرتے تھے۔(26)

## ابو بصیر نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا :

رسول اللہ ﷺ کے خورجین کی لمبائی ایک ذراع تھی جب آپ ﷺ نماز پڑھنا چاہتے تھے اُسے اپنے سامنے رکھ دیتے تھے تاکہ ان کے اور گزرنے والوں کے درمیان حائل قرار پائے۔(27)

## فضیل بن یسار نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا :

عید فطر کے دن میرے والد گرامی کے لیے چٹائی لائی گئی تاکہ آپ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں ،انہوں نے واپس لے جانے کا حکم دیا اور فرمایا: رسول خدا ﷺ (عید کے دن )پسند

فرماتے تھے کہ کھلے آسمان تلے تشریف لے جائیں ،آسمان کی طرف نظر فرمائیں اور اپنی پیشانی کو زمین پر رکھیں۔(28)

لیث مرادی نے حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عید فطر یا عید قربان کے دن رسول خدا ﷺ سے کہا گیا کہ کاش آپ مسجد میں نماز عید ادا فرماتے آنحضرتؐ نے فرمایا :میں کھلے آسمان تلے، آفاق آسمان کو دیکھنا پسند کرتا ہوں۔(29)

محمد بن فضل ہاشمی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فقط مدینے میں سنت ہے کسی اور شہر میں نہیں کہ عید گاہ جانے سے پہلے دو رکعت نماز مسجد النبی ﷺ میں پڑھی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے انجام دیا ہے۔(30)

## نماز عید کا طریقہ

کافی میں معاویہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے نماز عیدین کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا :دو رکعت ہے نہ اس سے پہلے کوئی چیز ہے اور نہ بعد میں۔ان میں اذان واقامت نہیں ہے۔ان میں بارہ تکبیریں کہی جاتی ہیں پھر تکبیرۃ الاحرام کہہ کر نماز شروع کی جاتی ہے پھر فاتحہ الکتاب کی قرأت کی جاتی ہے پھر سورہ شمس کی قرأت کی جاتی ہے پھر پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا جاتا ہے رکوع کے بعد تکبیر کہہ کر دو سجدے کیے جائیں پھر کھڑے ہو کر فاتحہ الکتاب اور سورہ غاشیہ کی قرأت کی جاتی ہے ۔پھر چار تکبیریں کہہ کہ رکوع اور دو سجدے تشہد اور سلام پڑھے جائیں۔

امامؑ نے فرمایا:اسی طرح رسول اللہ ﷺ عید نماز پڑھا کرتے تھے۔خطبہ نماز عید کے بعد ہوتا ہے۔ نماز عید سے پہلے خطبہ حضرت عثمان نے شروع کیا تھا۔

جب امام خطبہ دے تو دو خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جائے اور امام کے لیے مناسب ہے کہ وہ عید کے دن عمامہ اور رداء پہنے خواہ گرمی ہو یا سردی ،اور کھلی جگہ میں جا کر نماز پڑھے اور آفاق سماء کی طرف نظر کرئے۔ چٹائی پر نماز نہ پڑھے اور نہ اس پر سجدہ کرے اور رسول اکرمﷺ بقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا فرماتے۔(31)

## صلاۃ الاستقاء

ہشام بن حکم نے امام صادق علیہ السلام سے نماز استسقاء کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا : نماز عیدین کی طرح ہے نماز عید کی طرح اس میں قرأت اور تکبیریں کہی جاتی ہیں۔

امام صاف ستھری جگہ کی طرف وقار و سکون ،عاجزی اور خشوع کے ساتھ شہر یا بستی سے باہر نکلے ،لوگ بھی اسی کے ہمراہ خارج ہوں۔پس وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تمجید بجا لائیں گڑ گڑا کر دعا مانگے بہت زیادہ تسبیح و تہلیل اور تکبیر کہے نماز عیدین کی دو رکعت کی طرح دُعا اور حاجات طلب کی جائیں۔جب امام سلام پھیرے تو اپنے لباس کو اس طرح الٹائے کہ جو دائیں کندھے پر ہے اُسے بائیں کندھے پر اور اسی طرح اس کے بر عکس کرئے رسول اللہﷺ نے اسی طرح کیا۔(32)

محمد بن یحییٰ امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے نماز استسقاء کے وقت رسول اکرمﷺ کی رداء کو الٹانے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: یہ آنخضرتﷺ اور ان کے اصحاب کے درمیان علامت تھی کی خشک سالی نعمت میں تبدیل ہو گئی ہے۔(33)

# ماہ مبارک رمضان کی فضیلت

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا :

جب ماہ رمضان آتا تورسول خدا ﷺ لوگوں کی طرف رخ کرکے فرماتے تھے :

اے لوگو ! جب ماہ رمضان کا چاند نظر آتا ہے تو شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے آسمانوں کے دروازے، جنتوں اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ،دعا قبول ہوتی ہے ،ہر روز افطار کے وقت اللہ تعالیٰ جہنم سے کچھ بندوں کو رہائی عطا کرتا ہے اور ہر رات ایک منادی یہ ندا دیتا ہے کیا کوئی سائل ہے ؟

کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے؟اے اللہ ! ہر خرچ کرنے والے کو بہترین اجر عطا فرما اور ہاتھ روکنے والے کے مال کو تلف فرما۔شوال کے چاند آنے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور جب شوال کا چاند طلوع ہوتا ہے تو ندا دی جاتی ہے مومنین اپنے انعامات وصول کرنے کے لیے نکلو پس یہ اجر اور انعام کا دِن ہے۔(34)

## امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب ماہ رمضان کا چاند نظر آتا تو رسول خدا ﷺ قبلہ کی طرف رخ کرکے ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے :

اے اللہ ! اس ماہ کو ہمارے لیے امن و سلامتی ،ایمان ،اسلام ،خیر وعافیت ہمہ گیر ،رزق وسیع اور امراض سے دوری قرار دے

اے اللہ !اس میں روزے رکھنے ،رات کو عبادت کرنے ،اور تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ ! اس مہینے کو ہمارے لیے سلامتی قرار دے اور اس کو ہم سے صحیح و سالم تحویل فرما اور اس میں ہمیں صحت وسلامتی عطا فرما(تاکہ اس کے اعمال انجام دے سکیں (35)

حماد بن عثمان نے نقل کیا ہے کہ امام صادق علیه السلام نے فرمایا :

رسول اکرم ﷺ کبھی تو مسلسل اور لگاتار روزے رکھتے۔یہاں تک کہ کہا جاتا کہ آپؐ نے روزہ کے بغیر کوئی دن نہیں گزارا اور بعض اوقات بالکل نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ کہا جاتا آپؐ روزے نہیں رکھ رہے۔ پھر حضرت داود علیہ السلام کی طرح روزہ رکھنا شروع کر دیتے ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے پھر آخر وقت تک ہر مہینے میں تین روزے رکھتے اور فرمایا یہ تین روزے پورے مہینے کے برابر ہیں اور یہ سینے میں وسوسے کو دور کر دیتے ہیں۔

حماد نے پوچھا : یہ کون سے دِن ہوتے تھے ؟

انہوں نے فرمایا: ہر مہینے کی پہلی جمعرات، دس تاریخ کے بعد، پہلا بدھ اورمہینے کی آخری جمعرات۔(36)

محمد بن مروان نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام صادقعلیه السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ

حضرت رسول خداﷺ بعض اوقات اس قدرپے در پے روزے رکھتے کہ لوگ کہتے تھے کہ آنحضرتﷺ اب روزہ ترک نہیں کریں گے اور بعض دفعہ اس طرح مسلسل روزے ترک کرتے کہ لوگ کہتے تھے کہ اب آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔

بعض اوقات ایک دِن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے بعض دفعہ صرف سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔

یہاں تک کہ یہ بھی نوبت آئی کہ آپؐ ہر ماہ محض تین روزے یعنی مہینہ کے پہلی جمعرات ،درمیانے بدھ اور آخری جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے : اگر کوئی ایسا کرے تو گویا اس نے تمام عمر روزہ رکھا ہے۔

امام علیہ السلام مزید فرماتے ہیں :

میرے والد گرامی بار ہا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی بھی اس شخص سے زیادہ غضب کا مستحق نہیں ہے کہ جس سے جب کہا جائے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اس طرح عمل کرتے تھے ،مثلاً وہ زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے ، تم کیوں اتنے روزے رکھتے ہو، کیوں اتنی زیادہ نماز پڑھتے ہو اور وہ جواب میں کہے کہ خدا مجھ پر زیادہ نماز پڑھنے اور زیادہ روزہ رکھنے پر عذاب نہیں کرے گا، کیونکہ اس بات کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرتؐ اس سے زیادہ عبادت نہیں کرسکتے تھے۔(37)

حفص بن بختری نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں پر روزے واجب ہوتے تو وہ انہیں ماہ شعبان تک مؤخر کر دیتیں مبادا رسول خدا ﷺ (باقی دنوں میں) منع نہ کریں۔جب شعبان آتا تو وہ روزے رکھتی تھیں اور رسول خدا ﷺ فرماتے تھے۔شعبان میرا مہینہ ہے۔(38)

اس حدیث سے دو نکات ثابت ہوتے ہیں۔ایک تو شعبان میں آنحضرتؐ اپنی بیویوں کو روزے سے نہیں روکتے تھے۔

دوسرا یہ کہ شعبان میں روزے رکھنا سنت رسول خدا ﷺ ہیں۔

امام باقر علیہ السلام نے اپنے آباء سے نقل فرمایا ہے کہ جب رسول خدا ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

" اللھم لك صمنا وعلى رزقك افطرنا فتقبله منا ذهب الظماء وابتلت العروق وبقى الاجر''

بارالہا ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا پس تو اسے ہم سے قبول فرما پیاس جاتی رہی اور بدن کی رگیں سیراب ہو گئیں اور اجر و ثواب باقی رہ گیا۔(39)

امام صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا :

ابن ام مکتوم نے صبح کی اذان دی تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا آنحضرتؐ سحری کر رہے تھے اور آپؐ نے اُس شخص کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی اُس نے کہا : یا رسول اللہ ﷺ موذن نے اذان دے دی ہے تو آپؐ نے فریا ما : یہ ابن ام مکتوم ہے جو رات کو اذان دیتا ہے۔جب بلال اذان دے تو اس وقت کھانا پینا چھوڑ دے۔(40)

## روزے کے آداب اور سنن

عنسبہ عابد نے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ جب تک زندہ رہے ماہ رمضان اور شعبان کے پورے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھتے رہے۔ہر مہینے کی پہلی جمعرات ،درمیانے بدھ اورآخری جمعرات۔(41)

عمروبن خالد نے امام باقر علیہ السلام سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہ شعبان اورماہ رمضان کے لگا تار روزے رکھتے تھے اور دونوں کوآپس میں ملا دیتے تھے لیکن لوگوں کو ان دو

مہینوں کے روزوں کو آپس میں ملانے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ دو اللہ تعالیٰ کے مہینے ہیں اور ان دو کے روزے اگلے اور پچھلے گناہوں کا کفارہ ہیں۔(42)

اس حدیث میں ملانے سے منع کرنے سے مراد شاید یہ ہو کہ آنحضرتؐ کو پسند نہ تھا کہ لوگ شعبان کے پورے روزے رکھیں جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ماہ شعبان اورماہ رمضان کے روزوں میں چاہے ایک دن کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہوفاصلہ رکھاجائے یعنی روزہ نہ رکھا جائے۔(43)

ابن القداح نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا :

رسول اکرم ﷺ اگر تازہ کھجور کا زمانہ ہو تا تو اس سے روزہ افطار فرماتے تھے بصورت دیگر خشک کھجور سے افطار فرماتے تھے۔(44)

سکونی نے امام صادق علیہ السلام اور انہوں نے اپنے والدبزرگوار سے نقل کیا ہے :

جب بھی پیغمبر اکرمﷺ روزہ رکھتے میٹھی چیز سے روزہ افطار کرتے اور اگر میٹھی چیز میسر نہ ہوتی تو پھر پانی سے روزہ افطار کرتے تھے۔(45)

عبد اللہ بن مسکان نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ حلوا سے افطار کرتے اگر وہ نہ ہوتا تو شکر یا کھجور سے افطار کرتے اگر ان میں سے کچھ بھی نہ ہوتا تو پھر پانی سے افطار فرماتے تھے۔(46)

## اعتکاف

ابو بصیر نے حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول خدا ﷺ کمر ہمت باندھ لیتے تھے ،عورتوں سے پرہیز کرتے تھے ،شب بیداری فرماتے اور اپنے آپؐ کو عبادت کے لیے مختص کر لیتے تھے۔(47)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

جنگ بدر ماہ رمضان میں واقع ہوئی تو اس سال آپؐ نے اعتکاف نہیں فرمایا لیکن دوسرے سال ماہ رمضان میں دو عشرے اعتکاف کیا ،ایک عشرہ اس سال کا ،دوسرا عشرہ پچھلے سال کی قضاء۔(48)

ابو عباس نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ رمضان میں پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا : دوسرے ماہ رمضان میں دوسرے عشرے میں اور تیسرے سال میں آخری عشرے میں اعتکاف کیا اور پھر ہمیشہ آخری عشرے میں اعتکاف میں بیٹھتے رہے۔(49)

حلبی نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ آتا تو پیغمبر اکرم ﷺ مسجد میں معتکف ہو جاتے اور آپؐ کے لیے مسجد میں بالوں سے بنا ہوا خیمہ نصب کر دیا جاتا ،آنحضرتؐ عبادت کے لیے کمر ہمت باندھ لیتے اور اپنا بستر لپیٹ دیتے تھے۔

بعض افراد نے کہا ہے کہ آپؐ عورتوں سے دوری اختیار کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

عورتوں سے دوری اختیار نہیں کرتے تھے۔(50)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے بات چیت یا ملنا ترک نہیں کرتے تھے لیکن مجامعت کو حتماً ترک کرتے تھے۔

## حوالہ جات

---


1۔کافی ،ج۶،ص۴۷۴،کتاب الزی والتجمل، باب نقش الخواتیم،ح۸

2۔کافی ،ج۳،ص۶۹، کتاب الطھارۃ،باب النوادر ،ح۳

3۔کافی ،ج۳،ص۱۶۸، کتاب الجنائز،باب السنۃ فی حمل الجنازۃ ،ح۲

4۔کافی ،ج۳،ص۱۶۸ ،کتاب الجنائز ،باب السنۃفی حمل الجنازۃ،ح۱

5۔کافی ،ج۳ ،ص۲۰۰ ،کتاب الجنائز،باب تربیع القبر ورشہ بالماء ،ح ۳

6۔کافی ،ج۳،ص۲۰۰ ،کتاب الجنائز،باب تربیع القبرورشہ بالمائ،ح۲

7۔کافی ،ج۳،ص۱۵۰ ،کتاب الجنائز،باب حدالماء الذی یغسل بہ المیتوالکافور،ح۴

8۔کافی ،ج۳،ص۱۴۴ ،کتاب الجنائز ،باب تحنیط المیت وتکفینہ،ح۵

9۔کافی ،ج۳،ص۱۹۳ ،کتاب الجنائز ،باب من ید خل القبر ومن لا ید خل ،ح۵

10۔کافی ،ج۳،ص ۱۹۲ ،کتاب الجنائز ،باب دخول القبر والخروج منہ،ح۲

11۔کافی ،ج۳،ص۱۹۸ ،کتاب الجنائز ،باب من حثا علی المیت وکیف یحثی،ح۴

12۔کافی ،ج۳،ص۲۱۴ ،کتاب الجنائز ،باب مایجب علی الجیران لا ھل المصیبۃواتخاذا لمٔاتم،ح۱

13۔کافی ،ج۳،ص۲۱۷ ،کتاب الجنائز ،باب مایجب علی الجیران لا ھل المصیبۃ واتخاذ الماتم ،ح۲

14۔کافی ،ج۳،ص ۲۳ ،کتاب الطہارۃ ، باب السواک ،ح ۲

15۔کافی ،ج۳،ص۴۴۵ ،کتاب الصلاۃ ، باب صلا ۃ النوا فل،ح ۱۳

16۔کافی ،ج۳،ص ۲۳ ،کتاب الطہارۃ ، باب السواک،ح ٦

17۔کافی ،ج۳،ص ۲۵ ،کتاب الطہارۃ، باب صفۃ الوضوئ،ح ۴

18۔کافی ،ج۳،ص ۴۴۳، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ النوافل،ح ۳

19۔کافی ،ج۳،ص ۴۴۳، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ النوافل،ح ۵

20۔کافی ،ج ۳ ،ص ٦۴۴ ، کتاب الصلا ۃ، باب صلاۃ النوا فل ،ح ۱۴

21۔کافی ،ج ۳ ،ص۴۴۵ ، کتاب الصلٰوۃ، باب صلاۃ النوا فل ،ح ۱۳

22۔کافی ،ج ۳ ،ص۲۷۹ ، کتاب الصلاۃ ، باب وقت المغرب والعشاء الا خرۃ ،ح ٦

23۔کافی ،ج ۳ ،ص۲۸٦ ، کتاب الصلاۃ ، باب جمع بین الصلا تین ،ح ۲،۱

22۔کافی ،ج ۳ ،ص۳۰۷ ، کتاب الصلاۃ ، باب بد ء الا ذان والا قامۃ و فضلھما وثوابھما ،ح ۳۱

23۔کافی ،ج ۳ ،ص۳۰۷ ، کتاب الصلاۃ ، باب بد ء الا ذان والا قامۃ و فضلھما وثوابھما ،ح ۱۲

24۔کافی ،ج ۳،ص ۲۹٦، کتاب الصلاۃ، باب مایستتر بہ المصلی لمن یمر بین یدیہ،ح ۱

25۔کافی ،ج ۳ ،ص۲۹٦ ، کتاب الصلاۃ ، باب مایستتر بہ المصلی ممن یمر بین یدیہ،ح ۲س

26۔کافی ،ج ۳ ،ص۴٦۱ ، کتاب صلاۃ العیدین والخطبۃ فیھما، باب الصلاۃ،ح ۷

27۔کافی ،ج ۳ ،ص۴٦۰ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ العیدین ،ح ۴

28۔کافی ،ج ۳ ،ص۴٦۱ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ العیدین والخطبہ فیھا،ح ۱۱

29۔کافی ،ج ۳ ،ص۴٦۰ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ العیدین و الخطبۃ فیھما ،ح ۳

31۔کافی ،ج ۳ ،ص۴٦۳ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ استسقائ،ح ۲

32۔کافی ،ج۳ ،ص ۳۶۳ ، کتاب الصلوۃ ، باب صلاۃ الاستسقاء ،ح۳

33۔کافی ،ج۳ ،ص ۳۶۳ ، کتاب الصلوۃ ، باب صلاۃ الاستسقاء ،ح۳

34۔کافی ،ج۴،ص۶۸ ، کتاب الصیام ، باب فضل شھر رمضان،ح۶

35۔کافی ،ج۴،ص ۷۰، کتاب الصیام ، باب مایقال فی مستقبل شھر رمضان،ح۱

36۔کافی ،ج،۴ص ،۸۹ کتاب الصیام ، باب ،صوم رسول اللہ ﷺ ح۱

37۔کافی ،ج،۴ص ،۹۰ کتاب الصیام ، باب صوم رسول اللہ ﷺ ،ح۳

38۔کافی ،ج،۴ص ،۹۰ کتاب الصیام ، باب صوم رسول اللہ ،ح۴

39۔کافی ،ج۴،ص ،۹۵ کتاب الصیام ، باب ما یقول الصائم اذا افطر،ح۱

40۔کافی ،ج۴،ص۹۸ ، کتاب الصیام ، باب الفجر ھو ومتی یحل یحرم الا کل ،ح۱

41۔کافی ،ج۴،ص۹۱ ، کتاب الصیام ، باب صوم رسول اللہ ﷺ ،ح۷

42۔کافی ،ج۴،ص۹۲ ، کتاب الصیام ، باب فضل صوم شعبان وصلتہ برمضان،ح۴

43۔کافی ،ج۴،ص۹۲ ، کتاب الصیام ، باب فضل صوم شعبان وصلتہ برمضان،ح۵

44۔کافی ،ج۴،ص ،۱۵۳کتاب الصیام ، باب مایستحب ان یفطر علیہ ،ح۶ اور ۷

45۔کافی ،ج،۴ص ۱۵۲، کتاب الصیام ، باب مایستحب ان یفطر علیہ،ح۱

46۔کافی ،ج،۴ص ۱۵۳، کتاب الصیام ، باب مایستحب ان یفطر علیہ،ح۱

47۔کافی ،ج،۴ص۱۵۵، کتاب الصیام، باب مایزاد من الصلاۃ فی شھر رمضان،ح۳

48۔کافی ،ج،۴ص ۱۷۵، کتاب الصیام ، باب باب الا عتکاف ،ح۲

49۔کافی ،ج،۴ص ۱۷۵، کتاب الصیام ، باب باب الا عتکاف ،ح۳

50۔کافی ،ج،۴ص ۱۷۵، کتاب الصیام ، باب باب الا عتکاف ،ح۱

## سیرت

# تصور مہدی ایک حقیقت

اسٹنٹ پروفیسر روشن علی

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کا عقیدہ ایک دینی حیثیت رکھتا ہے، جس پر تمام مسلمان متفق ہیں۔ لیکن کچھ باتوں جن میں جزوی اختلاف پایا جاتا جیسے شیعہ امامیہ اثناعشریہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ہو چکی ہے، جو ان کے گیارہویں امام حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں۔اور اہل سنت کے ہاں اکثر کا نظریہ ہے کہ وہ قرب قیامت میں پیدا ہوں گے۔بہر حال ہمارا موضوع صرف اہل سنت کی روایات میں تصورامام مہدی علیہ السلام ہے۔یہاں پر امام مہدی علیہ السلام کے متعلق اہل سنت کے اہم مصادر میں جو احادیث و روایات موجود ہیں ان کا مختصرا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے ایک حدیث مروی ہے کہ:۔

حدثنا عبد الله حدثنی أبی ثنا ابن نمیر ثنا موسی یعنی الجهنی قال سمعت زیدا العمی قال ثنا أبو الصدیق الناجی قال سمعت أبا سعید الخدری قال قال النبی صلی الله علیه وسلم یکون من أمتی المهدی فان طال عمره أو قصر عمره عاش سبع سنین أو ثمان سنین أو تسع سنین یملا الارض قسطا وعدلا وتخرج الارض نباتها وتمطر السماء قطرها۔ (1)

میری امت میں سے مہدی ہوگا اس کی عمر طویل ہو یا قصیر ہو ، وہ سات سال یا آٹھ سال یا نو سال رہیں گے (حکومت کریں گے ) اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ جس کی وجہ سے زمین نباتات نکالے گی اور آسمان مینہ برسائے گا۔

## قرآن و اہل بیت

اس حدیث سے امام مہدی علیہ السلام کی طویل عمر ہونی کی گواہی موجود ہے۔چونکہ شیعہ کا نظریہ ہے کہ امام علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور اللہ کے حکم سے پردہ غیب میں چلے گئے ہیں اور جب تک خدا چاہے گا رہیں گے۔اس کی تائید حضرت ابو سعید خدری کی ایک اور حدیث کہ :

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا ابن نمير ثنا عبد الملك يعني ابن أبي سليمان عن عطية عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني قد تركت فيكم الثقلين أحدهما أكبر من الآخر كتاب الله عزوجل حبل ممدود من السماء لى الارض وعترتي أهل بيتي الا انهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض۔ (2)

میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے، وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک (اللہ کی) رسی ہے اور دوسرے میری عترت اہل بیت ، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔

اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ قرآن و اہل بیت کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے لہٰذا اس دور میں بھی اہل بیت اطہار کے افراد میں سے کوئی فرد باقی ہے جو قرآن کے ساتھ ہے، اگرچہ ہماری نظریں اس کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔

## بارہ خلفاء میں سے بارہویں مہدی علیہ السلام

ابو داؤد اپنی سنن میں کتاب مہدی میں بارہ خلفاء والی حدیث بیان کرتے ہیں:۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَعِيلَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَسَمِعْتُ كَلَامًا مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَفْهَمْهُ قُلْتُ لِأَبِي مَا يَقُولُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔ (3)

عمرو بن عثمان، مروان بن معاویہ، اسماعیل سے یعنی ابی خالدا پنے والد حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلفاء ہوں گے سب کے سب ایسے ہوں گے کہ امت کا ان پر اجتماع واتفاق ہوجائے گاپس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا اور اسے سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے والد سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ وہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے''۔

اس حدیث سے واضح ہو تا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام بارہویں خلیفہ اور امام ہیں۔

اسی طرح ابو داؤد کی ایک اور حدیث ہے :

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا۔ (4)

عثمان بن ابوشیبہ، فضل ابن دکین، فطر، قاسم، ابوبکرہ، ابو طفیل، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ، رسول ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب زمانہ میں سے صرف ایک دن (باعتبار آخرت) باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالی میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو بھیجیں گے جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھر دی گئ ہو گئ۔

ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے امام مہدی علیہ السلام کا وجود ایک یقینی امر ہے جس کی خبر اللہ کے پیارے رسول اور ہمارے نبی ؐ نے دی ہے۔چونکہ رسول اللہ ﷺ صادق القول ہیں لہٰذا آپؐ کی بات یقینی ہے۔

## خاندانِ امامِ مہدی علیہ السلام

امام مہدی علیہ السلام آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار میں سے ہیں، جیسے اوپر والی حدیث میں بیان ہوا،اسی طرح ایک اور حدیث اس سے بھی زیادہ واضح ہے کہ:۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ عَنْ زِيَادِ بْنِ بَيَانٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ (5)

احمد بن ابراہیم، عبداللہ بن جعفر رقعی، ابوملیح حسن ابن عمر، زیاد بن بیان، علی بن نفیل، سعید بن مسیب، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ (ام المومنین)فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ، ، مہدی میرے خاندان سے اور فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

یعنی امام مہدی علیہ السلام اہل بیت میں سے ہی ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ شیعہ تمام روایات میں ہے کہ امام مہدیؑ امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونگے (6)

لیکن سنن ابی داؤد کی حدیث کے مطابق وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔(7)

اس کی تاویل یوں کی جا سکتی ہے کہ چونکہ امام زین العابدین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کی دختر حضرت فاطمہ سے شادی کی تھی جو امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ گرامی ہیں۔(8)

اسی سے سلسلہ امامت بڑھا تھا لہٰذا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام مہدی، امام حسن کی بیٹی کی نسل میں پیدا ہوئے اور یہ حدیثیں اس حدیث کو رد کرتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہاالمہدی عیسی ابن مریم۔

عیسیٰ ہی مہدی ہے کیونکہ عیسی فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں سے نہیں ہے۔

## رسول اللہ سے مہدی علیہ السلام کی شباہت

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ جَيْشِ الْخَسْفِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا قَالَ يُخْسَفُ بِهِمْ وَلَكِنْ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى نِيَّتِهِ قَالَ أَبُو دَاوُد حُدِّثْتُ عَنْ هَارُونَ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ

يُسَمَّى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وقَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيفٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ حَرَّاثٍ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُورٌ يُوَطِّءُ أَوْ يُمَكِّنُ لِآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهُ أَوْ قَالَ إِجَابَتُهُ۔ (10)

عثمان بن ابی شیبہ، جریر، عبدالعزیز، رفیع، عبید اللہ، ام سلمۃ، حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے زمین میں دھنس جانے والے لشکر کا تذکرہ کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو بادل نخواستہ اس لشکر میں شامل ہوا ہو؟ فرمایا کہ سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے لیکن قیامت کے روز اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہارون بن مغیرہ، عمرو بن ابی قیس عن شعیب بن خالد عن اسحاق کے واسطہ سے بیان کیا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادے سے حضرت حسن علیہ السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا نام رکھا تھا اور عن قریب اس کی نسل میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی ﷺ کے نام کے مطابق ہوگا وہ اخلاق و کردار میں تمہارے نبی کے مشابہ ہوگا لیکن صورت وخلقت میں مشابہ نہیں ہوگا پھر طویل قصہ ذکر کرکے فرمایا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ ہارون نے بواسطہ عمرو بن ابی قیس بواسطہ مطرف بن طریف بواسطہ حسن بواسطہ ہلال بن عمرو بیان کیا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ماوراء النہر سے ایک آدمی نکلے گا جسے حارث بن حراث کہا جاتا ہوگا اس کے سامنے ایک اور آدمی ہوگا جسے منصور کہا جاتا ہوگا وہ محمد ﷺ کی آل

کو تسلط دے گا یا متمکن کرے گا۔ زمین میں جیسے قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگہ دی تھی اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہوگا یا فرمایا کہ اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہوگا۔

**اوصاف امام مہدی علیہ السلام**

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّي أَجْلَى الْجَبْهَةِ أَقْنَى الْأَنْفِ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ۔ (11)

سہل بن تمام بن بزیع، عمران، قطان، قتادہ، ابونضرہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہوں گے روشن پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھریں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر دی گئی تھی اور سات سال تک حکومت کریں گے۔

حدثنا يعقوب بن سحاق نا عفان نا عمران حدثني قتادة حدثني أبو نضرة عن أبي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يملك رجل من أهل بيتي أجلى الجبهة أقنى الانف يملا الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا يعيش هذا وبسط كفه اليمنى وبسط لي جنبها أصبعين وبسط كفه اليسرى۔ (12)

حضرت ابو سعید خدری رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میری اہل بیت میں سے ایک مرد حکومت کرے گا، روشن پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے زمین کو عدل وانصاف سے اس

طرح بھریں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر دی گئی تھی، وہ انتارہیں گے ، آپؐ نے اپنے دایاں ہاتھ سیدھا کیا اوراس کے پہلو سے دو انگلیاں کھولیں اور پھر بایاں ہاتھ کھولا (یعنی آپؐ نے ساتھ سال کی طرف اشارہ کیا کہ مہدی علیہ السلام سات سال حکومت کریں گے)۔

### امام مہدی علیہ السلام کی مدد کی تاکید

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَلَمَّا رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَالُ نَرَى فِي وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ فَقَالَ إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ اخْتَارَ اللهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلَاءً وَتَشْرِيدًا وَتَطْرِيدًا حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَات سُود فَيَسْأَلُونَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَيُقَاتِلُونَ فَيُنْصَرُونَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوا فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَئُوهَا جَوْرًا فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَأْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ۔ (13)

عثمان بن ابی شیبہ، معاویہ بن ہشام، علی بن صالح، یزید بن ابی زیاد ابراہیم، علقمہ، عبداللہ بن ابی زیاد، ابراہیم، علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو ہاشم کے چند نوجوان آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور رنگ متغیر ہوگیا۔ میں نے عرض کیا ہم مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں جو ہمیں پسند نہیں )یعنی ہمارا دل دکھتا ہے( فرمایا ہم اس گھرانے کے افراد ہیں جس کے لئے اللہ تعالی نے دنیا کی بجائے آخرت کو پسند فرمالیا ہے اور میرے اہل بیتؑ میرے بعد عنقریب

ہی آزمائش اور سختی و جلاوطنی کا سامنا کریں گے۔ یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے ایک قوم آئے گی جس کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے وہ بھلائی (مال) مانگیں گے انہیں مال نہ دیا جائے گا تو وہ قتال کریں گے انہیں مدد ملے گی اور جو (خزانہ) وہ مانگ رہے تھے حاصل ہو جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے بلکہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کے حوالہ کر دیں گے وہ زمین کو (عدل وانصاف سے بھردے گا جیسا کہ اس سے قبل لوگوں نے زمین کو جور و ستم سے بھر رکھا تھا سو تم میں سے جو شخص ان کے زمانہ میں ہو تو ان کے ساتھ ضرور شامل ہو اگر برف پر گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جانا پڑے۔

اس حدیث میں اہل بیت اطہار پر رسول اللہ ﷺ کے بعد ہونے والے مظالم کا تذکرہ ہے، رسول اللہ ﷺ کو کتنی فکر تھی کہ آپؐ اپنے صحابہ کے سامنے اپنی حالت متغیر کر دیتے ہیں اور مجبورا صحابہ کو کہنا پڑا کہ ہم سے آپؐ کی یہ حالت برداشت نہیں ہوتی، کیوں ایسی حالت ہو گئ ہے اور کس نے آپؐ کو پریشان کردیا ہے۔تاریخ نے دیکھ لیا کہ آپؐ کے بعد آپؐ کے اہل بیتؑ پر ظلم کے کتنے پہاڑ نازل ڈھائے گئے، کچھ کو خون میں رنگین کیا گیا اور کچھ کو زہر قاتل سے شہید کر دیا گیااور کچھ کو جلاوطن کیا گیا۔ان سب کی ایک ہی آس تھی وہ مہدی علیہ السلام کی آمد تھی۔ لہٰذا ان کی مدد کے لیے رسول اللہ ﷺ اتنی تاکید کر رہے ہیں کہ اگر برف کے اوپر گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے تب بھی اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔اسی طرح ایک اور حدیث میں اس کی تاکید یوں کی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ

فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ۔ (14)

محمد بن یحییٰ ، احمد بن یوسف، عبدالرزاق، سفیان ثوری، خالد حذاء ، ابی قلابہ، ابی اسماء ، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایک خزانہ کی خاطر تین شخص قتال کریں گے اور مارے جائیں گے تینوں حکمران کے بیٹے ہوں گے لیکن وہ خزانہ ان میں سے کسی کو بھی نہ ملے گا پھر مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہونگے وہ تمہیں ایسا قتل کریں گے کہ اس سے قبل کسی نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا اس کے بعد آپ نے کچھ باتیں ذکر فرمائیں جو مجھے یاد نہیں پھر فرمایا جب تم ان (مہدی) کو دیکھو تو ان سے بیعت کرو اگرچہ تمہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ کے خلیفہ ہونگے۔

اس حدیث میں امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ بیعت وفا کے تذکرہ کے ساتھ انہیں اس زمین پر اللہ کا خلیفہ ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

## امام مہدی علیہ السلام کی عادلانہ حکومت

امام مہدی علیہ قیامت کے قریب ظہور فرمائیں گے ۔

حدثنا موسى بن هارون ثنا عبد الله بن داهر الرازي ثنا عبد الله بن عبد القدوس عن الأعمش عن عاصم بن أبي النجود عن زر ابن حبيش عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم الساعة حتى يملك رجل من أهل بيتي يواطء اسمه اسمي يملأ الأرض عدلا وقسطا كما ملئت ظلما وجورا۔ (15)

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک مرد حکومت کرے گا جو میرا ہم نام ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

یعنی قیامت اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک مہدی علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوتا اور وہ اس زمین پر الٰہی حکومت قائم نہیں کرتے ، اور اس زمین کو عدل و انصاف کے ساتھ بھر دیتے۔

## امام کی حکومت میں برکات خدا

اخبرني أبو العباس محمد بن احمد المحبوبي بمرو ثنا سعيد بن مسعود ثنا النضر بن شميل ثنا سليمان بن عبيد ثنا عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه و آله قال يخرج في آخر امتي المهدي يسقيه الله الغيث وتخرج الارض نباتها ويعطي المال صحاحا وتكثر الماشية وتعظم الامة يعيش سبعا أو ثمانيا يعني حججا. هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه. (16)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میری امت میں آخر میں مہدی قیام کریں گے، جس دور میں اللہ تعالیٰ خوب بارش برسائے گااور زمین نباتات اگائے گی، اور وہ مال برابر عطا کریں گے، اولاد والیاں کثرت سے ہوں گی، امت کو عظمت ملے گی، سات یا آٹھ سال زندگی بسر کریں گے۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَبِي صِدِّيقٍ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُونُ فِي أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ

إِنْ قُصِرَ فَسَبْع وَإِلَّا فَتِسْع فَتَنْعَمُ فِيهِ أُمَّتِي نِعْمَةً لَمْ يَنْعَمُوا مِثْلَهَا قَطُّ تُؤْتَى أُكُلَهَا وَلَا تَدَّخِرُ مِنْهُمْ شَيْئًا وَالْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدُوس فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ يَا مَهْدِيُّ أَعْطِنِي فَيَقُولُ خُذْ (17)

نصر بن علی جہضمی، محمد بن مروان عقیلی، عمارہ بن ابی حفصہ، زید عمی، ابی صدیق ناجی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایامہدی میری امت میں ہوں گے اگر وہ دنیا میں کم رہے تو بھی سات برس تک رہیں گے ورنہ نو برس تک رہیں گے۔اس دور میں میری امت ایسی خوشحال ہوگی کہ اس جیسی خوشحال پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی زمین اس وقت خوب پھل دیگی اور ان سے بچا کر کچھ نہ رکھے گی اور اس وقت مال کے ڈھیر لگے ہوئے ہونگے ایک مرد کھڑا ہو کر عرض کریگا اے مہدی مجھے کچھ دیجئے؟ وہ کہیں گے ( جتنا جی چاہے) لے لو۔

أبو معاوية وابن نمير عن موسى الجهنى عن زيد العمى عن أبى الصديق الناجى عن أبى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله(ص): (يكون فى أمتى المهدى ن طال عمره أو قصر عمره يملك سبع سنين أو ثمانى سنين أو تسع سنين ، فيملاها قسطا وعدلا كما ملئت جورا ، وتمطر السماء مطرها وتخرج الارض بركتها، قال: وتعيش أمتى فى زمانه عيشا لم تعشه قبل ذلك۔ (18)

مہدی میری امت میں ہوگا چاہے ان کی عمر طویل ہو یا قصیر ، وہ سات سال یا آٹھ یا نو سال حکومت کریں گے ، پس وہ اس زمین کو عدل و انصاف کے ساتھ بھر دیں گے جیسے وہ ظالم و جور سے بھر چکی ہوگی، آسمان بارش برسائے گا ، زمین اپنی تمام برکات باہر نکالے گی ، اور فرمایا ان کے زمانے میں میری امت ایسی زندگی گزارے گی جیسے اس سے پہلے کبھی زندگی نہ گزاری ہوگی۔

## امام مہدی علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام

سنن ابن ماجہ میں ایک طویل حدیث مزکور ہے، جس میں سے یہ حصہ پیش کیا جا رہا ہے:۔

فَقَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ بِنْتُ أَبِي الْعَكَرِ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ وَجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّي بِهِمْ الصُّبْحَ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذَلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرَى لِيَتَقَدَّمَ عِيسَى يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيسَى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيمَتْ فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ۔ (19)

ام شریک بنت ابوعکر نے عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ عرب کے لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا عرب کے لوگ ) مومن مخلصین ( اس دن کم ہوں گے اور دجال کے ساتھ بے شمار لوگ ہوں گے ان کو لڑنے کی طاقت نہ ہوگی

( اور ان عرب ) مومنین میں سے اکثر لوگ )اس وقت (بیت المقدس میں ہوں گے انکا امام ایک نیک شخص ہوگا ان کا امام آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھنا چاہے گا اتنے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صبح کے وقت اتریں گے تو یہ امام ان کو دیکھ کر الٹے پاؤں پیچھے ہٹے گا تاکہ حضرت عیسیٰؑ اپنا ہاتھ اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیں گے پھر اس سے کہیں گے تو ہی آگے بڑھ اور نماز پڑھا اس لئے کہ یہ نماز تیرے ہی لئے قائم ہوئی تھی )یعنی تکبیر تیری ہی امانت کی نیت سے ہوئی تھی( خیر وہ امام لوگوں کو نماز پڑھائے گا۔

اس حدیث میں صاف واضح ہے کہ امام مہدی علیہ السلام نماز کی امامت کے لیے کھڑے ہوں گے تو عین اسی وقت حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو اس وقت امام مہدی علیہ السلام احتراماً نماز کے لیے حضرت عیسی سے درخواست کریں گے وہ نماز پڑھائیں، لیکن عیسی انکار

کریں گے امام علیہ السلام کو نماز پڑھانے کا کہیں گے۔تو امام علیہ السلام نماز پڑھائیں گے لہٰذا حضرت عیسی علیہ السلام امام کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔اس کے بعد عیسی علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور مقام لد پر اسے قتل کر دیں گے۔اسی طرح اس دنیا سے فتنہ و فساد ختم ہو جائے گا ، ہر طرف عدل و انصاف قائم ہو جائے گا، کوئی کسی پر ظلم نہیں کرے گا ، ہر انسان کو اس کے گھر کے اندر انصاف ملے گا۔

---------------------------

## حوالہ جات


1۔الامام احمد بن حنبل : مسند احمد، ج ،۳ ص ۲۷

2۔الامام احمد بن حنبل : مسند احمد، ج ،۳ص ۲۶

3۔ صحیح البخاری، ج ۸، ص۱۲۷، صحیح المسلم، ج ۴،ص۳ ، سنن ابی داؤد ، ج۲،ص۳۰۹، سنن ترمذی ، ج۳ ،ص۳۴۰

4۔ سنن ابی داؤد ، ج ۲، ص ۳۱۰، المصنف ابن ابی شیبہ، ج۸ ، ص ۶۷۹۔

5۔ سنن ابی داؤد ، ج۲،ص۳۰۹،

6۔الامامۃ و التبصرۃ لابن بابویہ القمی (متوفی ۳۲۹ھ) ص ۱۱۰، متدرک سفینۃ البحار ، شیخ علی المازی، ج ۱۰،ص۷۷

7۔ سنن ابی داؤد ، ج۲،ص ۳۱۰،

8۔ بحار الانوار ، ج۴۶ ، ص ،۲۱۵

9۔المصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸ ، ص۶۷۹، تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۷، ص ۵۱۹

10۔ سنن ابی داؤد ، ج ۲ ،ص ۳۱۱،

11۔ سنن ابی داؤد ، ج ۲ ،ص ۳۱۰،

12۔ سنن ترمذی ، ج ۲ ، ص ۱۳۶۶

13۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۹ ، ص ۱۷۶

14۔ المستدرک الحاکم، ج ، ص ، سنن ترمذی ، ج ۴۴، ص ۴۶

15۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۰ ، ص ۱۳۳

16۔ المستدرک الحاکم النیسابوری ج ۴ ،ص ۵۵۷

17۔ سنن ترمذی ، ج ۲ ، ص ۱۳۶۶

18۔ المصنف ابن ابی شیبۃ الکوفی ج۸، ص ۶۷۸

19۔ سنن ترمذی ، ج ۲ ، ص ۱۳۴۱

## المراجع والمصادر

ابن ابی شیبہ حافظ عبد اللہ ابن محمد الکوفی (۲۳۵ھ) :المصنف ابن ابی شیبہ، طبع دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۰۹ ھ

ابن بابویہ قمی (متوفی ۳۲۹ ھ): الامامۃ و التبصرۃ، ناشر : مدرسہ الامام المہدی قم ایران

ابن عساکر علی ابن الحسن (متوفی ۵۷۱ ھ): تاریخ مدینۃ دمشق، طبع دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ

ابو داؤد سلیمان ابن اشعث السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ): سنن ابی داؤد، طبع اول ، دار الفکر بیروت لبنان ، ۱۴۱۰ھ

الامام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) : مسند احمد، طبع دار الصادر بیروت لبنان۔

البخاری محمد ابن اسماعیل (متوفی ۲۵۶ھ): صحیح البخاری، طبع دالفکر بیروت لبنان، ۱۴۰۳ھ

الترمذی محمد ابن عیسی (متوفی ۲۷۹ھ) سنن الترمذی، طبع دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۰۳ھ

الحاکم محمد ابن محمد (۴۰۵ھ) : مستدرک الحاکم، طبع دار المعرفۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ

الشیخ حسن ابن علی النمازی (۱۴۰۵ھ) : مستدرک سفینۃ البحار ، طبع ، مؤسسۃ النشر الاسلامی، قم۔ایران

الطبرانی سلیمان ابن احمد : المعجم الکبیر، الطبع الثانی، دار الاحیاء التراث العربی، القاہرۃ المصر،

الطبرانی سلیمان ابن احمد (متوفی ۳۴۰ھ) المعجم الاوسط للطبرانی، طبع دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ

مجلسی محمد باقر (متوفی ۱۱۱۱ھ) : بحار الانوار، الطبع الثانی ، مؤسسۃ الوفاء بیروت۔لبنان، ۱۴۰۳ ھ

مسلم ابن حجاج النیسابوری (متوفی ۲۶۱ھ) : دار الفکر بیروت لبنان۔

☆☆☆☆☆

## فلسفہ و کلام

# معرفت شناسی اور اس کی اہمیت

ڈاکٹر محمد حسنین نادر

## ا۔ معرفت شناسی

''معرفت''، شناخت، پہچان اور علم کا مترادف لفظ ہے اور اس کا مفہوم اتنا واضح ہے کہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس اصطلاح کی تعریف میں مترادف الفاظ ہی لائے جا سکتے ہیں اور لفظی تعریف ہی پیش کی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ:
''معرفت، عبارت ہے پہچان سے۔''

جہاں تک ''معرفت شناسی'' کی اصطلاح کا تعلق ہے تو یہ ممکن ہے کہ بعض احباب کیلئے یہ ایک جدید اصطلاح ہو۔ ان احباب کیلئے اس اصطلاح کی تعریف میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ: ''معرفت شناسی، شناخت کی شناخت اور پہچان کا نام ہے''۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتاہے کہ: ''معرفت شناسی، وہ علم ہے جس میں خود علم کے حصول کے امکان، ذرائع، طریقۂ کاراور درستی یا نادرستی کے بارے میں بحث کی جاتی ہے''۔

اس امر کی مزید وضاحت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم کے کئی شعبے ہیں۔ مثال کے طور پر ''خدا شناسی'' علم کا وہ شعبہ ہے کہ جس میں خداکے وجود اور خدا کی صفات ثبوتیہ یا سلبیہ کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ ریاضی وہ علم ہے کہ جس میں ہندسے اور حساب کے موضوع کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ انسان شناسی، علم کا وہ شعبہ ہے کہ جس میں انسان کے بارے میں

معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں۔اسی طرح علم کے سینکڑوں دیگر شعبہ جات ہیں کہ جن میں ہستی کی کسی نہ کسی حقیقت اور کسی نہ کسی موضوع پر بحث کی جاتی ہے۔

واضح سی بات ہے کہ عالم ہستی کے حقائق اور موضوعات میں سے ایک حقیقت اور موضوع خود ''علم'' بھی ہے۔لہٰذا تعلیم و تدریس کے جس شعبے میں علم کے بارے ہیں بحث کی جاتی ہے اسے ''معرفت شناسی'' کہا جاتا ہے۔مثال کے طور پر جب یہ سوال درپیش ہو کہ آیا خدا حقیقت ہے یا افسانہ ؟ تو اس سوال کا جواب ہمیں علوم کے ریاضی، فزکس یا سوشل سٹڈیزکے شعبوں میں نہیں مل سکتا؛ اس لیے کہ ان علوم کا موضوع خدا یا کوئی میٹافیزیکل حقیقت نہیں بلکہ مادی دنیاکے حقائق اور موضوعات ہیں۔بنأ برایں، مذکورہ بالا سوال کا جواب ہمیں علم کے خدا شناسی ہی کے شعبے میں ملے گا۔

اب اگر بالکل اسی طرح یہ سوال پیدا ہو کہ آیا علم اور معرفت کا حصول ایک حقیقت ہے یا افسانہ؟ تو اس سوال کا جواب علم کے جس شعبے میں ڈھونڈا جا سکتا ہے، اسے ''معرفت شناسی'' کہا جاتا ہے۔گویا معرفت شناسی وہ علم ہے جس کا موضوع مادہ، معاشرہ، انسانی بدن یا ریاضیاتی حقائق (ہندسہ و حساب) وغیرہ نہیں، بلکہ خود ''علم و معرفت'' ہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس علم میں جن مسائل پر ہماری بحث ہوتی ہے ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح علم ہی سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس علم میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ ''علم'' آیا حقیقت ہے یا سراب؟ آیا علم کا حصول ممکن ہے یا ناممکن؟ آیا علم کے حصول کا عمل (Process) کیسے تحقق پاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ.....

بعض دانشمندوں نے معرفت شناسی کی تعریف و توصیف بیان کرنے کیلئے جس مثال کا سہارا لیا ہے وہ یہ ہے کہ: ہم سب جانتے ہیں کہ چائے کی پیالی کیسے اٹھائیں تاکہ چائے گرنے نہ پائے

اور ہم چائے پینے کا مزہ لے سکیں۔عام طور پر ہم اپنے اس علم کے بارے میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے کہ ہمیں چائے کی پیالی اٹھانے کا علم کیسے حاصل ہوا اور کون سے عناصر اس علم کی تشکیل میں کارفرما ہیں۔ لیکن اگر ہمیں یہ ذمہ داری سونپ دی جائے کہ ایک ایسا روباٹ بنایئے جو انسان کی طرح چائے کی پیالی اٹھائے کہ چائے گرنے نہ پائے تو اب ہم یہ ذمہ داری اس وقت تک نہیں نبھا سکتے جب تک کہ ہم اپنے اس علم کا تجزیہ و تحلیل نہ کریں جس کی مدد سے ہم خود چائے کی پیالی اٹھاتے ہیں۔

درحقیقت ہمارا یہ تجزیہ و تحلیل ایک طرح کی ''معرفت شناسی'' ہی ہے۔یعنی ہم اپنے علم کا تجزیہ و تحلیل کرتے اور اس کی مختلف جہات پر غور و فکر کرتے ہیں۔اب وہ علم جس میں ہماری تمام معلومات کی ماہیت، اعتبار (Validity) اور ان کے حصول کے طریقہ کار پر بحث ہوتی ہے اسے ''معرفت شناسی'' کہا جاتا ہے۔اب اس تناظر میں ہم ''معرفت شناسی کی تعریف یوں پیش کر سکتے ہیں کہ: ''علم کے حصول کے طریقۂ کار، شرائط، عناصر اور بطور کلی علم کی حقیقت کے بارے میں تجزیہ و تحلیل کو ''معرفت شناسی'' کہا جاتا ہے۔''(1)

## ۲۔ معرفت شناسی کی اہمیت

یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات انسان جس چیز کو علم سمجھ رہا ہوتا ہے وہ علم نہیں بلکہ تنہا انسان کے بے بنیاد خیالات اور اوہام ہوتے ہیں۔ ہماری روزمرہ کی زندگی میں ایسی کئی مثالیں مل سکتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہم بعض اوقات غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے سراب ہیں لیکن اسے پانی سمجھ کر اس کی تلاش میں دوڑتے ہیں۔ ہمیں بعد میں یہ پتہ چلتا ہے کہ جس چیز کی تلاش میں ہم مارے مارے پھر رہے تھے، وہ یا تو '' چیز'' ہی نہ تھی یا وہ چیز

(مذکورہ مثال میں پانی)نہ تھی جس کی ہمیں تلاش تھی۔لہٰذا وہ چیز جسے ہم حقیقت سمجھ رہے تھے، افسانہ نکلا۔

بنابرایں، علم و معرفت کے باب میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا ایک انسان کیلئے علم و معرفت کا حصول ممکن ہے؟ آیا انسان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ اپنی دنیا کو پہچان سکے؟ آیا انسان کا علم اسے حقائق سے آشنا کرتاہے یا حقائق تک پہنچنا انسان کیلئے نا ممکن ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ہو سکتا ہے ایک انسان کیلئے یہ سوالات بیہودہ اور غیر منطقی ہوں؛ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم اپنی دنیاکے بارے میں علم حاصل کر سکتے ہیں۔ہمارے پاس اپنی دنیاکے بارے میں اربوں معلومات موجود ہیں اور یہ معلومات ہمیں حقائق سے آشنا بھی کرتی ہیں؛ کیونکہ ہم انہی معلومات کی روشنی میں اپنا دن رات بسر کرتے ہیں اور عالم دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں۔پس یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم کی حقیقت نمائی کے بارے میں یہ سوالات اور شک و شبہ بے جا ہے۔

لیکن اس کے باوجود بھی اگر تھوڑا سا مزید غور و فکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ علم و معرفت کے حصول کے امکان کے بارے میں مذکورہ بالا سوالات اتنے بے بنیاد بھی نہیں ہیں۔فرض کریں کہ آپ سوئے ہوئے عالم خواب میں ایک خوبصورت باغ میں ٹہل رہے ہیں۔اس باغ میں انتہائی خوبصورت پھول اور لذیذ پھل موجود ہیں۔آپ پھول سونگھتے ہیں اور پھل کھاتے ہیں۔ اچانک آپ دیکھتے ہیں کہ باغ کا مالی آ نکلتا ہے اور آپ پر حملہ کر دیتا ہے۔آپ جان بچا کے بھاگتے ہیں۔ایک دم آپ کے سامنے ایک گڑھا آ جاتاہے جسے پھلانگتے ہوئے آپ اس میں گر جاتے ہیں۔ابھی اس گڑھے ہیں گرے ہی تھے کہ آنکھ کھل گئی اور آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ

ساری کہانی افسانہ تھا اور ایک ایسا خواب کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔آپ تھے اور آپ کا بستر۔شاید اس شاعر کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا جسے کہنا پڑا

کئی بار تیرا دامن ہاتھوں میں میرے آیا          جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں ہے

ہماری روزمرہ کی زندگی میں کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک شخص کو اپنا دوست سمجھ کر اس کی خدمت کرتے ہیں، اس کے ساتھ عہد وفا باندھ کر چلتے ہیں؛ لیکن بعد میں پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص تو ہمارا دشمن ہے۔وہ تو ہمارے دشمن کا جاسوس ہے یا... کبھی اس کے برعکس ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ہم ایک شخص کو اپنا دشمن تصور کر رہے ہوتے ہیں، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں، سینکڑوں تہمتیں اس پر لگاتے ہیں، لیکن درحقیقت، وہ شخص ہمارا بہت مخلص دوست ہوتا ہے۔یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ یہ ہم ہی تھے جو ایک شخص کو صحیح طور پر پہچان نہ سکے۔

جو قریب تھا ائے نگاہ تو نے بعید کرکے ہمیں دکھایا     روش رہی گر یہی تیری تو بتا کسے اعتبار ہو گا؟

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنے حواس کی صحت و سلامتی کے باوجود بھی بہت سی ایسی چیزیں دیکھتے ، سنتے اور کھاتے پیتے ہیں کہ جن کا عالم حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ہم جو کچھ دیکھ، سن اور کھا پی رہے ہوتے ہیں وہ سب خواب ہوتا ہے۔اگر یہ ممکن ہے تو یہاں بجا طور پر یہ سوال پیش آسکتا ہے کہ آیا ممکن نہیں کہ ہم عالم بیداری میں جن چیزوں کو حقیقت سمجھ رہے ہوتے ہیں، وہ بھی ایک لمبا افسانہ ہوں؟ آیا اس امکان کی تقویت کیلئے یہ فرمان کافی نہیں

ہے کہ: ''النّاس نیام اذا ماتوا انتبھوا'' یعنی: '' لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔''(2)

اور بالفرض اگر ہم سوئے ہوئے بھی نہیں، تو کیا پھر بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمارا علم اور ہماری معلومات نادرست ہوں؟ یقینا یہ ممکن ہے کہ ہمارے علم کا ایک بہت بڑا حصہ اور ہماری معلومات کا ایک بہت بڑا خزانہ، نادرست ہو؛ افسانہ ہو اور اس کا حقیقت سے کہیں دور کا تعلق بھی نہ ہو؟ آیا ہم نے کئی بار نہیں دیکھا کہ تپتی دھوپ میں ہم سڑک پر ہر طرف پانی ہی پانی پھیلا دیکھتے ہیں اور جب قریب جاتے ہیں تو اسے سراب پاتے ہیں۔آیا قرآن کریم میں ایک ایسے ہی قصے کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف نہیں دی گئی؟اگر ایک نبی کی والدہ خشکی کو پانی دیکھ سکتی ہے تو ہم سے ایسی خطا سرزد نہیں ہو سکتی؟

یقینا ہماری زندگی میں کئی بار یوں بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے علم میں خطا کر جاتے ہیں۔ہم پانی کے ایک گلاس میں ڈالی گئی سیدھی لکڑی کو ٹیڑھا دیکھتے ہیں، دور سے سڑک ہمیں تنگ نظر آتی ہے اور قریب جانے پر اس کی چوڑائی کچھ اور معلوم ہوتی ہے۔لہٰذا ان مثالوں کی روشنی میں جو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ: ''چونکہ ہم بعض اوقات خطا کرتے ہیں لہٰذا ہمارا علم ہمیشہ قابل اعتماد نہیں ہوتا۔''

خلاصہ یہ کہ ان سوالات کا جواب اگر مثبت ہے کہ ہم زندگی میں کئی بار افسانے کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں تو پھر کیا گارنٹی کہ ہمارے سارے علوم اور ہماری ساری معلومات افسانہ نہ ہوں؟ یہاں اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسان کیلئے ممکن بھی ہے کہ وہ اپنی دنیا کے بارے میں علم حاصل کر پائے؟ پس معرفت کے امکان کے بارے میں سوال، ایک بے بنیاد سوال نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ سوفسطائیوں اور شکاکین نے یہ کہا کہ ہمارے لیے اپنی دنیا کے بارے میں یقینی علم

حاصل کرنا یا تو ممکن ہی نہیں ہے اور اگر ممکن ہو تو بھی ہمارے پاس ایسا کوئی وسیلہ نہیں ہے کہ جس کے ذریعے ہم اپنے علم کی صحت و سقم کی تشخیص کر سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنے علم میں خطا اور گمراہی سے بچنا چاہیں تو کیا کیا جائے؟ اگر ہم اپنے علم کی غلط نمائی سے بچنا چاہیں تو ایک راستہ تو یہ ہے کہ ہم سرے سے اپنی تمام معلومات اور سب علوم کی قدر و قیمت اور ان کے اعتبار کا انکار کر ڈالیں۔ لیکن آیا ایسا کرنا ممکن ہے؟ ہر گز نہیں! ایسا تو ڈکارٹ کر سکا نہ غزالی اور نہ ہی کوئی اور شکاک؛ کیونکہ علم و معلومات ہی کے سہارے ہماری زندگی کا ہر لحہ گذرتا ہے۔ اگر علم نہ ہو تو ہم عمل کے میدان میں وارد ہی نہیں ہو سکتے۔ اسی حقیقت کی طرف حضرت امام علی علیہ السلام نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا:

''یا کمیل! ما من حرکة الّا و انت فیها محتاج الی معرفة''

یعنی: ''اے کمیل! آپ ہر حرکت میں علم و معرفت کے محتاج ہیں۔''(3)

یہی وجہ ہے کہ ہر عقلمند انسان، اس دنیا میں زندگی گزارنے کیلئے کسی نہ کسی تصورِ کائنات یا (Worldview) کے اپنانے کا محتاج ہے۔ جب تک اس کے پاس اُس دنیا کے بارے میں معلومات نہ ہوں جس میں وہ زندگی گزار رہا ہے، تب تک وہ اس میں کوئی مفید حرکت بھی انجام نہیں دے سکتا۔ دوسری طرف ایک انسان کے سامنے اس کا علم، دنیا کی جیسی بھی تصویر پیش کرے گا، یہ انسان اس دنیا میں ویسے ہی اعمال بجا لائے گا۔ اس کا لائحہ عمل اس کے تصور کائنات کی روشنی میں تشکیل پائے گا۔ اگر ایک انسان کا علم اس کے سامنے اس کی دنیا کی ایک ڈراؤنی تصویر پیش کرے گا تو یہ انسان اس دنیا اور اس کے ماحول سے فرار کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر انسان کا علم اس کے سامنے کائنات کی تصویر، رنگینیاں بھری پیش کرے گا تو انسان اس ماحول میں رہنے

بسنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ پس ایک انسان اس دنیا کو جو کہ ''دارالعمل'' (عمل کا گھر) ہے، جیسا پاتا ہے، اس دنیا میں ویسا ہی رویہ اور طرز عمل اپناتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان کی ہر حرکت کی سمت، اس کا دنیا کے بارے میں علم و معرفت معین کرتا ہے۔

اگر ایک انسان کا تصور کائنات یہ ہو کہ یہ دنیا مادی ہے اور اس کے بعد آخرت نام کی کوئی دنیا نہیں ہے اور نہ ہی اس دنیا میں انجام دیے گئے اچھے برے اعمال کی کوئی سزا و جزا ہے، تو یہ انسان بھرپور کوشش کرے گا کہ جو کچھ پانا ہے اسی دنیا میں پا لوں۔ ایسا انسان ''کھاؤ، پیو اور مزے اڑاؤ'' کے فارمولے پر کاربند ہو گا۔ لیکن اگر اس انسان کا علم، اس کی معلومات اور اس کا تصور کائنات یہ بتاتا ہو کہ اس دنیا کے بعد آخرت بھی ہے اور دنیا اور آخرت کا آپس میں بڑا گہرا رابطہ بھی ہے اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے، انسان یہاں جیسا کرتا ہے آخرت میں ویسا بھرتا ہے تو واضح سی بات ہے کہ ایسا انسان دنیا میں ایک اور انداز کا طرز عمل اپنائے گا۔

پس اگر انسان کے علم اور نظریات کا اس کی زندگی پر اس قدر گہرا اثر ہے تو پھر ضروری ہے کہ انسان یہ دیکھنے کی کوشش کرے کہ وہ کہیں کسی افسانوی اور غیر حقیقی تصور کائنات اور خیالی علم و معرفت کی روشنی میں تو زندگی نہیں گزار رہا؟ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اپنی معرفت اور معلومات کا تجزیہ و تحلیل کرے اور انہیں بہتر پہچاننے کی کوشش کرے یا دوسرے الفاظ میں ''معرفت شناسی'' کا درس پڑھے۔

یہاں ایک اور زاویے سے بھی ضروری ہے کہ ''معرفت شناسی'' کی بحث کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور وہ یہ کہ انسانی تاریخ میں ہمیشہ ایسے نظریات یا Worldviews کا بازار گرم رہا ہے جو اکثر آپس میں متصادم تھے۔ ایک تصور کائنات، دوسرے تصور کائنات سے میل نہیں کھاتا۔ اور ایک نظریہ دوسرے نظریے کی نفی کرتا ہے۔ مزید بر ایں، ہر مکتبِ فکر اور نظریہ کے ماننے والوں

کا اصرار ہے کہ انہی کا نظریہ اور مکتب صحیح ہے اور باقی سب نظریات اور مکاتب فکر باطل ہیں۔ اب اگر انسان یہ جاننا چاہے کہ کونسا مکتب فکر صحیح ہے اور کونسا باطل، تو ناگزیر اسے ان سوالات کا جواب دینا پڑے گا کہ آیا ایک ہی دنیا، ایک ہی حقیقت اور ایک ہی کائنات کے بارے میں بیک وقت باہم متضاد اور متصادم تصور کائنات، درست ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو یہ کیسے پتہ چلے کہ کونسا مکتب فکر ٹھیک ہے اور کونسا غلط؟ اس قسم کے اور بھی بیسیوں سوالات اٹھ سکتے ہیں۔

ان سوالات کا جواب انسان تنہا ''معرفت شناسی'' ہی کی بحث میں ڈھونڈ سکتا ہے۔ پس اس بحث کی روشنی میں ''معرفت شناسی'' کے موضوع کی اہمیت اجاگر ہو جاتی ہے۔او ریہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر قسم کا علم اور بالخصوص انسانی زندگی کی سمت و سو (Direction) معین کرنے کا کوئی علم (منجملہ علم دین) حاصل کرنے سے پہلے حق و حقیقت کے ہر طالب کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ کم از کم ''معرفت شناسی'' کے بنیادی مسائل سے آشنا ہو تاکہ کافی بصیرت کے ساتھ حصول علم کی راہ میں قدم اٹھاسکے۔بقول استاد مطہری: ''ہر چیز سے پہلے انسان کو شناخت شناس ہونا چاہیے تاکہ وہ جہان شناس بن سکے؛ تاکہ کوئی بھی مکتب اور آئیڈیالوجی اپنانے یا یا نہ اپنانے کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کا تعیّن کر سکے۔''(4)

معرفت شناسی کی اہمیت کے حوالے سے ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ علم کی تاریخ میں ایسے افراد بھی پائے گئے ہیں جنہوں نے علم کی حقیقت نمائی کو چیلنج کیا ہے۔ایسے افراد کو ''سوفسطائی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سوفسطائیوں نے علم کی حقیقت اور حقیقت نمائی کے حوالے سے کئی اعتراضات کیے ہیں اور ان کے اعتراضات کا جواب بھی اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ انسان ''معرفت شناسی'' کی بحثوں سے آشنا نہ ہو اور کسی حد تک ان پر احاطہ نہ رکھتا ہو۔ بناً

برایں، ضروری ہے کہ ہم ''معرفت شناسی '' کے بنیادی مسائل سے ضرور آشنائی حاصل کریں۔ہمیں امید ہے کہ ہم اس موضوع پر آئندہ شماروں میں مزید بحث پیش کر سکیں گے۔

---------------------------------------------

## حوالہ جات

1۔ملاحظہ فرمایئے: نظریہ ھای امروزی شناخت جان پولاك و جوزف کراز فارسی ترجمہ دکتر علی حجتی۔

2۔شرح اصول الکافی، ج ۸، ص ۳۷۹۔

3۔میزان الحکمۃ حدیث ۲۱۴۷۰

4۔مطہری، مجموعہ آثار ، جلد ۱۳، ص ۳۵۵۔

فلسفہ و کلام

# توسل کی شرعی حیثیت

ملک آفتاب حسین الجوادی

تمام امت اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام وائمہاور دیگر صالحین کے ذریعے سے بارگاہ رب کائنات میں توسل جائز و مستحسن ہے اس توسل میں مسئول عنہ اللہ تعالیٰ ہی ذات ہے البتہ متوسل بہ یعنی جس نبی و امام یا کسی ولی کو وسیلہ قرار دیا جا رہا ہے ان کے متعلق اگر یہ عقیدہ ہو کہ ان کا علم وقدرت ذاتی ہے جو چاہیں اپنی منشاء و مرضی سے کر سکتے ہیں خواہ اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو ،انہیں اللہ تعالیٰ کے اذن اور رضا کی ضرورت نہیں ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص چاہے وہ توسل اور استعانت ان کے سامنے کرے یا غائبانہ طور پر کرے دونوں صورتوں میں ایسا عقیدہ یقینا خلاف شریعت اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جن ذوات مقدسہ کو وسیلہ بنایا جا رہا ہے اور استعانت طلب کی جار ہی ہے ان کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ ان کا جو علم و قدرت وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور ان کا ہر کام رضا الہیٰ اور اذنِ الہیٰ کے تابع ہو اکرتا ہے تو یہ عقیدہ الہی یقینا صحیح اور قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ اہل بیت کے عین مطابق ہے اور ہم سب کا یہی عقیدہ ہے۔

## توسل کا لغوی و شرعی مفہوم :

توسل کی وضاحت کرنے سے پہلے اس کا لغوی معنی سمجھنے کے لیے کتب لغت عرب کی طرف توجہ مبذول کر اتا ہوں چنانچہ ائمہ لغت نے وسیلہ کا معنی ''ذریعہ ''کیا ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ توسل اور وسیلہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے جیسا کہ

لغت عرب کے مشہور عالم جمال الدین محمد بن مکرم افریقی متوفی ۷۱۱ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''لسان العرب '' جلد ۶ ص۴۸۳۸ طبع دار المعارف مصر میں لفظ ''وسیلۃ ''کی تشریح کر تے ہو ئے لکھتے ہیں۔

'الوسلۃ فی الاصل مایتوسل بہ الہ الشیء ویتقرب بہ 'جس چیز کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جائے اور اس کے ذریعہ قرب حاصل ہو اس کو وسیلہ کہا جا تا ہے۔

اسی طرح علامہ راغب اصفہانی متوفی در حدود ۴۲۵ھ نے ''المفردات'' ص۵۲۴ مطبوعہ قاہرہ میں وسیلہ کا مفہوم یوں بیان کیا ہے :-'الوسیلۃ التوصل الی الشیء برغبۃ وھی اخص من الوصیلۃ لتضمنہا لمعنی الرغبۃ 'وسیلہ کا معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے کے ہیں اور وسیلہ میں رغبت کے شامل ہو نے کی وجہ سے یہ ''وصیلہ ''سے خاص ہے''مزید تحقیق و تشریح کے لیے ابو منصور محمد بن احمد الازہری متوفی ۳۷۰ھ کی'' تھذیب اللغۃ ''ج ۱۳ص۴۸مادہ ''وسل ''کے تحت، علامہ جوہری متوفی ۳۹۳ ھ کی ''الصحاح'' مادہ ''وسل '' شیخ فخر الدین صریحی متوفی ۱۰۸۱ ھ کی مجمع البحرین در ''المغرب '' وغیرہ عربی لغت کو دیکھا جا سکتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں توسل یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسیلم اور ان کی اہل بیت اور دیگر صالحین کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب پسندیدہ اور برگزیدہ ہستیاں ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ وسیلہ ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا قرب حاصل ہو جائے ذیل میں اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ ہو۔

**قرآن کریم میں وسیلہ کا تصور** :اب ہم اس سلسلہ میں قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ ہدیہ قارئین کرتے ہین جن سے بخوبی معلوم ہو جا تا ہے کہ انبیائے کرام وائمہ ہدی اور دیگر

مقبولان رب ذوالجلال کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے بنا بریں مطلقا وسیلہ کی نفی و تکذیب کرنا گویا قرآن مجید کی صریح تکذیب ہے۔

## پہلی آیات :

وسیلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن

(سورہ مائدہ ،آیت ۳۴)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''اس آیت مبارکہ میں خود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم فرمارہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ وسیلہ بھی تلاش کرنا ہے اور اس سے یہ چار چیزیں نمایاں ہوئیں ایمان ،تقویٰ ،تلاش وسیلہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد۔

دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۷)

''یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے زیادہ مقرب کون ہے اور (وہ خود)اپنے رب کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے خائف ہیں بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

اس آیت مجیدہ کا سبب نزول یو ں ہے کہ' 'کان ناسٌ من الانس یعبدون ناساً من الجن ''یہ آیت ان لو گوں کے بارے میں نازل ہو ئی جو جنات کے گروہ کی عبادت کر تے تھے ''فاسلم الجن وتمسك هؤلاء بدينهم ''جب ان جنوں نے اسلام قبول کر لیا اور ان کے پجاری اس سے بے خبر رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یاد، دلایا کہ جنہیں تم پوج رہے ہو وہ خود مقرب بندوں کا وسیلہ ڈھونڈرہے ہیں اس کی تفسیر کے لیے ملا حظہ فرمائیں صحیح بخاری ج ۲ ،ص۶۸۵طبع دہلی ، صحیح مسلم ،ج ۲ص۴۲۲ طبع نول کشور ،لہٰذا اس تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مقربان الٰہی کا وسیلہ لینے کا قطعی جواز موجود ہے او ر وہ خود بھی قرب الٰہی کے حصول کے لیے خود سے زیادہ مقرب کے متلاشی رہتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ بارگاہ رب جلیل میں نیک لوگوں کا وسیلہ پیش کر نا انبیا اور مقربین کا طریقہ ہے۔

## تیسر ی آیت :

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ایک مقدس تابوت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ' (سورہ بقرہ آیت ۲۴۸)

''اور ان سے ان کے پیغمبر (شموئیل )نے کہا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ وہ تابوت تمہارے پاس آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے سکون واطمینان کا سامان ہے اور جس میں آل موسی و ہارون کی چھوڑی ہو ئی چیزیں ہیں جسے فرشتے اٹھائے ہو ں گے اور تم ایمان والے ہو تو یقینا اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا تھا جو حضرت آدم پر نازل ہوا تھا یہ زندگی کے تمام لمحات تک ان کے پاس ہی رہا پھر بطور میراث یکے بعد دیگر آپ کی اولاد کو ملتا رہا ، یہاں کہ یہ حضرت یعقوب کو ملا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد بنی اسرائیل کے قبضے میں رہا اور پھر حضرت موسیٰؑ کو مل گیا تو آپ اس مقدس تابوت سکینہ میں تورات اور اپنا خاص خاص ساماں رکھا کرتے تھے بعد ازاں یہ تابوت بنی اسرائیل میں ہی چلا آیا جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا مبارک ان کی جو تیاں اور حضرت ہارونؑ کے تبرکات تھے۔جب بھی بنی اسرائیل کسی جنگ میں اس تابوت کو اپنے ساتھ لے جاتے تو اللہ تعالیٰ اس تابوت کے وسیلے سے انہیں عظیم فتح و کامرانی عطا فرما دیتا تھا اور مد مقابل کو فاش شکست ہو جاتی تھی۔

بنابریں بنی اسرائیل اس تابوت کو اپنے آگے رکھ کر اس کو وسیلہ بنا کر دعائیں مانگتے تو ان کی دعائیں فوراً قبول ہوتی تھیں مصیبتیں اور آفتیں ٹل جایا کرتی تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو مقرر فرما دیا کہ جو اس مبارک تابوت کو اپنے نورانی کندھوں پر اٹھا کر بنی اسرائیل کے نبی حضرت شموئیل کے دربار نبوت میں لائیں۔

چوتھی آیت ارشاد ربانی ہے :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ' (سورہ نساء آیت ۶۴)

''اور (اے حبیب ﷺ) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے ''

اس آیت مجیدہ کے نزول کے سلسلے میں نہایت معتمد و مستند روایات کتب تفاسیر و احادیث میں بکثرت پائی جاتی ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت علیؑ سے ایک طویل حدیث مروی ہے(ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی ج ۵ ،ص۲۶۵)اس کے علاوہ عتبی کہتے ہیں کہ

'کنت جالسًا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت واللہ یقول:''

ولواُنَّھُمْ اذا ظلموا انفسھم جاؤ ک فاستغفروا اللہ۔۔۔۔ الخ وقد جئتک مستغفرلذنبی مستشفعًا بک الی ربی''

میں نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہو ا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ،میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ اگر ''بے شک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا ،تیرے پا س آتے وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کر نے آیا ہو ں اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور اظہار عقیدت اور جذبہ محبت کے پھول نچھا ور کر کے چلا گیا بعدازاں خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

اے عتبیٰ جاکر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

مندجہ بالا واقعہ محدث نووی نے کتاب الا زکار ص۱۸۵ طبع مصر میں، علامہ ابو البرکات النسفی المتوفی ۷۱۰ھ نے اپنی تفسیر المدارک جلد اول ص۲۹۹ میں،

علامہ تقی الدین سبکی نے '' شفا و السقام '' ص۴۶ طبع قدیم میں، شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب ص۲۸۰ طبع کلکتہ میں اور علامہ بحرالعلوم عبد العلی نے رسائل الارکان ،ص۲۸۰طبع لکھنو میں نقل کیا ہے۔

محدث علی بن عبدالکافی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں:۔

''وحکاۓۃ العتبی فی ذلك مشھودۃ وقد حکاھا المصنفون فی المنا سك من جمیع المذاھب والمؤ رخون وکلھم استحنسوھا انج'' (شفاء السقام ص۶۱،وفاء الرفا ج ۲،ص۴۱۱)

علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی نے بھی اس '' الحکاۓۃالمشھورۃ'' کا حوالہ دیا ہے (ملاحظہ ہو: المواھب اللدنیہ مع شرحہ، ج ۸، ص۳۰۶)

اور اسی طرح شیخ محمد بخیت الحنفی نے اپنی کتاب ''تطھیرالغواد من دنس الاعتقاد'' ص۵۱۔۵۲ طبع مصرمیں

## بالتفصیل تذکرہ کیا ہے

اس آیت مبارکہ کا حکم صرف زمانہ نبوی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بعدا زارتحال تک حکم جاری ہے کیونکہ اصولی قاعدہ ہے '' العبرۃ العموم اللفظ لالخصوص السبب''کہ عموم لفظ کا اعتبار ہو تا ہے ، خصوص محل کا اعتبار نہیں ہو تا کیونکہ اس آیت مجیدہ میں ''لوانھم اذظلموا''میں قبل از وصال کی کو ئی قید نہیں ہے اور لفظ ''اِذْ'' ظرفیہ ہے جو اپنے معنی عموم پر دلالت کر رہا ہے جو ماقبل از وصال اور بعد از وصال دونوں کو شامل ہے،اس لیے نبی کریم ﷺ ہر مجرم کے لیے

ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔چنانچہ مولانا قاسم نانوتوی اس آیت کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے اُمتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زند ہ ہوں '' (آب حیات ص۴۹ طبع دہلی )

اور مولانا ظفر عثمانی الدیوبندی یہ واقع ذکر کرکے آخر میں لکھتے ہیں :

کہ ' 'فثبت ان حکم الایۃ باق بعد وفاتہ ﷺ ''پس ثابت ہو اکہ اس آیت ( کریمہ )کا حکم رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

بلکہ محدث سبکی کہتے ہیں کہ ' 'صرح ذلک'' کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے '' (شفاء السقام ص۱۲۸)

علامہ سمہودی لکھتے ہیں :'والعلماء فھموا من الایۃ العموم بحالتی الموت والحیاۃ واستحبوالمن اتی القبر ان یتلو ھا ویستغفر اللہ تعالیٰ وحکایۃ الاعرابی فی ذلك نقلھا جماعۃ من الائمۃ عن العتبی ۔۔۔۔الخ' (وفاء الوفا،ج۲،ص۴۱۱)

''علماء نے اس آیت مبارکہ سے آپ کی زندگی اور موت دونوں حالتوں کا عموم سمجھا ہے اور انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ جو شخص آپ کی قبر مبارک پر جائے وہ اس کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اعرابی کی حکایت اس سلسلہ میں ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے عتبی سے نقل کی ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت اور علما کی تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے مغفرت کی درخواست کرنا مستحب ہے اور یہ صرف آپ کی حیات مبارکہ ہی سے مخصوص نہیں ہے جس وقت بھی چاہیں آپ کے وسیلہ سے اپنی مشکلات حل کریں۔

پانچویں آیت : اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ''وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ'' (سورہ انفال آیت ۳۳)

اور اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ ان کے درمیان موجود ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ''وانت فیهم''کی قطعی دلیل سے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا وجود مبارک رحمت الٰہی کا سبب بنا

دیا گیا ہے نبی پاک ﷺ کے توسل سے امت پر عذاب ٹل جاتا ہے۔

چھٹی آیت :۔سورہ توبہ آیت ۱۰۳ میں نبی کریم ﷺ کی دعائے مبارکہ کو امت کے لیے موجب تسکین قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْم ''(سورہ توبہ آیت ۱۰۳)

(اے رسول ﷺ)آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجیے اس کے ذریعے آپ انہیں پاکیزہ اور بابرکت بنائیں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں یقینا آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی دعا کو موجب تسکین قرار دیا گیا ہے اور یہ توسل بالدعا ہے۔

ساتویں آیت : سورہ بقرہ میں حضرت آدمؑ نے بارگاہ رب العزت میں حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کی اہل بیت کو وسیلہ بنا کر اپنی مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے وسیلے سے حضرت آدمؑ کو معاف فرما دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

'فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ' (سورہ بقرہ آیت ۳۷)

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ نے آدم کی توبہ قبول کر لی بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے

جب رسول اکرم ﷺ جناب فاطمہ زہراؑ، حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ کی ذات سے توسل قبل از تخلیق ہوا ہے تو اس سلسلے میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے پیغمبر اسلام ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کلمات جو حضرت آدمؑ کو تعلیم دیے گئے تھے وہ کیا تھے؟

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ) ''بحق محمد و علی و فاطمۃ والحسن والحسین ''حضرت آدمؑ نے ان کلمات توسل سے بارگاہ رب کائنات میں عرض کیا۔

''اسئلك بحق محمد وعلی و فاطمة والحسن والحسين الاغفرت لی'' (تفسیر الدر منشور ج ۱، ص۶۰)

اے اللہ میں تجھ سے محمد ﷺ، علیؑ، فاطمہؑ، اور حسنؑ و حسینؑ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔

اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے یوں کہا

'اللهم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد سبحانك لااله الا انت عملت سواء وظلمت نفسی فاغفرلی انك انت الغفور الرحيم فهولاء الكلمات التی تلقی آدم۔'

الٰہی میں تجھ سے سوال کر تا ہوں کہ محمد ﷺ اور آلؑ محمد ﷺ کے وسیلے سے، تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے جان پر ظلم کیا ہے، میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے پس یہ کلمات تھے جو آدم کو سکھائے گئے۔

(مسند الفردوس، ج۳، ص۱۵۱، رقم الحدیث ۴۴۰۹، طبع بیروت)

علاوہ بریں شاہ عبد الحق محدث الدیلوی اپنی تصنیف ''جذب القلوب الی دیار المحبوب''ص۳۱۱ طبع کلکتہ ۱۲۶۲ھ میں توبہ کے ضمن میں لکھتے ہیں

چناں چہ منطوق آیہ کریمہ ''فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ'' است ایں بود کہ '' الھی بحرمت محمد والہ اغفرلی ''

جیسا کہ آیت کریمہ '' فتلقی آدم۔۔۔''کا منطوق یہ ہے کہ اے اللہ بحرمت محمد وال محمد ﷺ مجھے بخش دے

ص۳۱۴، ۳۱۳پر لکھتے ہیں :۔'توسل بوے ﷺ موجب قضائے حاجت وسبب نجاح مرام است۔۔۔۔دیگر صلوات اللہ علیھم اجمعین بعداز وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلواۃ واکمھا بطریق اولی جائز باشد ''۔

نبی کریم ﷺ سے وسیلہ چاہنا حاجت پوری ہونے کا سبب اور مقصد میں کامیابی کا باعث ہے جب دیگر انبیاء صلوات اللہ علیھم اجمعین سے بعد از وفات توسل جائز ہوا تو سید الانبیا علیہ افضل الصلوۃ واکملھا سے بعد وفات توسل بدرجہ اولی جائز ہو گا۔

آٹھویں آیت : حضرت یوسفؑ کی قمیض سے حضرت یعقوبؑ کی بصارت لوٹ آئی چنانچہ سورہ یوسف آیت نمبر ۹۳ ، ۹۴میں صراحت سے موجو دہے

''اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ''یوسفؑ نے کہا میری یہ قمیض لے جاؤ ،اسے میرے باپ (حضرت یعقوبؑ )کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے ''

'فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا' پھر جب خوش خبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ قمیض حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی ''

اس آیت مبارکہ میں توسل با ثار النبی ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے چہرہ انور پر قمیض ڈالتے وقت بشارت دینے والے نے زبان سے کچھ نہ کہا، لہٰذا قمیض کے توسل سے بینائی کا لوٹ آنا توسل نفسی ہے۔جب نبی کی قمیض سے توسل جائز ہے تو اس سے توسل باثآر الانبیا اور توسل بالصالحین ثابت ہے۔

**توسل ازروئے احادیث مبارکہ :**

اس سلسلہ میں بکثرت احادیث پائی جاتی ہیں،جن سے توسل بالذات ،توسل فی الدعاء اور توسل للدعاء کا اثبات موجود ہے۔سب احادیث کا نقل کرنا تو نہایت دشوار ہے البتہ چند حدیثیں ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کی نبی ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا فرمادیں کہ میری آنکھیں تندرست ہو جائیں توآپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو تیرے لیے دعا کرتا ہوں اور اگر تو چاہتا ہے تواس پر صبر کر کیونکہ یہ تیرے لیے بہتر ہے۔

اس نے عرض کی کہ حضور ﷺ آپ دعا فرمادیں تو آپ نے اسے فرمایا وضو کرو اور دو رکعت نماز نفل ادا کر و اور پھر یہ دعا مانگو:

''اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجهت بك الی ربی حاجتی هذه فتقضی لی اللھم شفعه فی''

اے اللہ !میں تجھ سے سوال کر تا ہو ں اور تیری رحمت والے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے ،تیری طرف متوجہ ہو تا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے لیے متوجہ ہو تا ہوں۔پس میری اس حاجت کو پورا فرما اے اللہ ! میرے حق میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو قبول فرما۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ'' ففعل الرجل فابصر''اس شخص نے اس طرح کیا تو آنکھ والا ہو گیا (بینائی حاصل ہو گئی )ملاحظہ ہو :مسند احمد ج ۴ ،ص۱۳۹،حدیث ۱۷۲۴۰،سنن ابن ما جہ ج۱،ص۴۴۱حدیث ۱۳۸۵،باب صلوۃ الحاجت

محقق محمد فواد عبد الباقی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں''ھذا حدیث صحیح '' یہ حدیث صحیح ہے۔

مستدرک للحاکم ج ۱ ،ص۳۱۳ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ،امام حاکم او ر علامہ ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے ''ھذا حدیث صحیح علی شرط الشخیین ولم یخرجاہ '' اور دوسرے مقام پر بخاری کی شرط پر صحیح کہتے ہیں (مستدرک ج۱ ص۵۲۶)اور تیسرے مقام پر' صحیح 'کہا ہے (ج ۱ص۵۱۹)علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں جا بجا امام حاکم کی توثیق سے اتفاق کیا ہے۔علامہ خفاجی کہتے ہیں: '' ھذا الحدیث مسند صحیح ''(نسیم الریاض ج ۳،

ص۱۰٦طبع قسطنطنیہ ۱۳۱۵ھ )محدث طبرانی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔''والحدیث صحیح'' یہ حدیث صحیح ہے (المعجم الصغیر ص۱۰۴ مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۱ھ )ابن تیمیہ نے اس حدیث کے بارے لکھا ہے: رواہ اہل السنن وصححہ الترمذی،اہل سنن نے یہ حدیث روایت کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ( مجموع فتاویٰ ج ۴ ،ص۱۷۳ طبع سعودیہ )علامہ سہمودی کہتے ہیں،صححہ البیہقی (وفاء الوفا ج ۲ ،ص۴۲۰)المعجم الکبیرللطبرانی ج ۹ ،ص۳۱،۳۰حدیث ۸۳۱۱ طبع بغداد۔

محقق عبد المجید سلفی اس حدیث کے حاشیہ پر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی صحت کو تسلیم کیاہے 'لاشك فی صحة الحدیث المرفوع' 'دلائل النبوۃ للبیہقی 'ج ۲،ص۱۲۷طبع بیروت ،سنن ترمذی ابواب الدعوات ص۵۱۵،علامہ سیوطی نے الخصائص الکبری ص۲۰۱ طبع دکن علامہ زرقانی نے شرح المواھب ج ۸،ص۳۶۱ طبع مصر،حافظ ابو بکر احمد بن محمد المعروف،یابن السُنی الدینوری متوفی ۳٦۴ھ نے اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ ''ص۲۰۲ طبع دائرۃالمعارف حیدر آباد دکن میں اسے نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ ان حدیث کی تصحیح حفاظ حدیث کی ایک بڑی تعداد نے کی ہے۔علامہ محمد انور شاہ کشمیری فیض الباری ج۴ ،ص٦۸ طبع ڈاھبیل میں اس حدیث کے ذیل میں ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں،'فثبت منه التوسل القولی ایضاً وحینئذ انکار الحافظ ابن تیمیة تطاول' اس حدیث سے توسل قولی بھی ثابت ہو گیا لہٰذا حافظ ابن یتیمہ کا اس سے انکار کرنا زیادتی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب۔ص۲۳۲ میں اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے:۔

''اس حدیث سے توسل صراحتاً ثابت ہے اس سے توسل بعد الوفاۃ بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالرواےۃ الغرض یہ روایت اصول حدیث کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور قابل عمل ہے اگر فرض کر لیجیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو بھی تلقی بالقبول سے موئید ہونے کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

بنابریں جب اتنے بڑے محدثین نے حدیث مذکورہ کو صحیح کہہ کر اس کی توثیق کر دی ہے اور امام حاکم و ذہبی اور طبرانی و خفاجی نے وضاحت کے ساتھ اس کی تصحیح کر دی ہے تو پھر مٹھی بھر ایک طبقہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ توسل کا تصور قرآن وسنت اور تعامل صالحین میں نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جب مادر علی بن ابی طالبؑ جناب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آقائے نامدار ﷺ تشریف لائے آپ کے سرہانے بیٹھ گئے فرمایا

''رحمك الله امی بعد امی''۔اے میری ماں تجھ پر اللہ رحم فرمائے تو میری ماں کے بعد میری ماں تھیں تو خود بھوکی رہتی تھیں اور مجھے سیر کرتی۔۔۔تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دار آخرت کو چاہتی تھیں۔ غسل کے بعد آپؐ نے اپنی قمیض ان کو پہنا دی اور اپنی چادر کا انہیں کفن پہنایا، قبر کھودی گئی، لحد کو نبی کریم ﷺ نے کھودا ،اس کی مٹی اپنے دست مبارک سے نکالی۔جب فارغ ہوئے تو پھر آپؐ قبر میں لیٹے اور فرمایا :

''الله الذی یحی ویمیت وهو حی لا یموت اغفر لامی فاطمة بنت اسد و وسع علیها مدخلها بحق نبیك والانبیا الذین من قبلی''

اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کو موت نہیں ،اے اللہ ! تو میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور ان کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی ﷺ اور مجھ سے پہلے تمام

انبیا کے وسیلے سے (ملاحظہ ہو ! المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۴، ص ۲۵۲، حدیث ۸۷۱، المعجم الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲، طبع الریاض )

پس پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے علاوہ گزشتہ انبیا کے توسل سے اپنی ماں فاطمہ بنت اسد لیے دعا مانگی تو اس طرح دعا مانگنا سنت پیغمبر ﷺ ہے۔توسل صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک اور اہل بیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دیگر صلحاء سے بھی توسل بالذات اور توسل اعمال صالحہ درست ہے جن ذوات مقدسہ سے توسل کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندے ہیں اور ان سے توسل رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے چنانچہ علامہ سمہودی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں :

'قُلت فیکف لا یستشفع ولا یتوسل بمن له هذا المقام والجاه عند مولاه بل یجوز التوسل بسائر الصالحین' (وفاء الوفا ج ۲۔ص ۴۲۲)

میں کہتا ہوں کہ اس ذات گرامی کو شفیع اور وسیلہ بنانا کیونکر درست نہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جاہ اور مرتبہ حاصل ہے جب کہ تمام صالحین کو وسیلہ بنانا درست اور جائز ہے۔علاوہ ازیں شاہ محمد اسحاق دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ مائۃ مسائل، ص ۳۵ ، طبع کلکتہ میں اس مسئلہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

دعا به ایں طور که الهی بحرمت نبی 'ولی' حاجت مرا روا کن جائز است چناں چه از شرح فقه اکبر ملا علی القاری مفهوم می شود ،

اس طریقہ سے دعا کرنا کہ اے میرے پروردگار نبی ﷺ اور ولی کی حرمت سے میری حاجت پوری کر دے ، جائز ہے جیسا کہ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر سے معلوم ہوتا ہے۔واضح رہے

کہ نبی کریم ﷺ،اہل بیت اور صالحین کو اپنی حاجات و مشکلات میں وسیلہ بناناصرف زندگی کی حالت سے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح زندگی میں ان کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح انتقال کے بعد وسیلہ بنانا جائز و مشروع ہے ،اور بریقہ محمودیہ ،ج ا،ص۲۷۰،طبع قسطنطینہ میں توسل بالا موات کے جواز کو بالصراحت یوں بیان کیا گیا ہے :''ویجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ والاستغاثۃ بالانبیاء والصالحین بعد موتھم ءانبیائے کرام اور صالحین ' کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا توسل اور ان سے استغاثہ جائز ہے۔

کچھ عرصہ پہلے علماء حرمین نے چھبیس سوالات مرتب کرکے علماء دیو بند کو بھیجے تھے تو اس وقت مولانا خلیل احمدانبیھٹوی نے جوابات لکھ کر اپنے ۲۳ علماسے تصدیقات لکھوا کر اسے ''المھند علی المعند''کے نام سے شائع کیا ،ہمارے سامنے اس کا پہلا ایڈریس مطبع ہاشمی میڑھ ہے اس میں تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعائوں میں انبیاء واولیا وصدیقین کا توسل جائز ہے۔ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں۔اسی جیسے اور کلمات کہے ،ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی نے ،پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہو آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

المھند کی عبارت بالا کو بغور ملاحظہ فرمائیں مزید برآں اس سلسلہ میں فتاوی دارالعلوم دیو بند ج ۵ ، ص۴۳۲،۴۳۱طبع دیو بند اور تحریرات حدیث موئف مولوی حسین علی واں بھچراں ص۳۵۵،طبع ملتان کو بھی دیکھا جا سکتا ہے بلکہ صرف ائمہ اہل بیت کے اسماء مبارکہ کا ورد کرنے

سے ہی اللہ تعالیٰ ان مبارک ناموں کے وسیلے سے مریض کو صحت و شفا عطا فرما دیتا ہے اور اس سلسلے کو ''سلسلۃ الذھب'' یعنی سونے کی ایک لڑی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جیسا کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے اس سلسلے کو یوں نقل کیا ہے۔

'حدثنی ابی العدل الصالح موسی بن جعفر قال موسی حدثنی ابی الصادق جعفر بن محمد حدثنی ابی ابو جعفر باقر العلم علم الانبیاء قال ابو جعفر حدثنی ابی علی بن الحسین سید العابدین حدثنی ابی سید اھل الجنۃ الحسین حدثنی ابی سید العرب علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم قال سئلت رسول اللہ صلی عیلہ والہ وسلم الخ۔' (تاریخ اصفھان ج ۱، ص ۱۳۸ طبع لیدن) ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اس پورے سلسلہ سند میں ائمہ ہدیٰ کے اسماء گرامی موجود ہیں جو سید الرسل خاتم الانبیا ﷺ تک منتہیٰ ہو تا ہے اس کے بعد لکھا ہے

'لو قرء ھذا علیٰ مجنون لا فاق او علیٰ مریض لبرء '

اگر یہ (ائمہ اہل بیت کے )اسماء مبارکہ کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو اسے یقینا افاقہ ہو جائے گا اور اگر کسی مریض پر پڑھے جائیں تو وہ یقینا مرض سے صحت یاب ہو جائے گا۔(ملا حظہ ہو سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبع فاروقی دہلی ) یہی قول امام احمد بن حنبل سے مروی ہے ملاحظہ ہو: تحفہ اثناعشریہ ص ۵۶۵، طبع ثمر ہند لکھنو ،الصواعق المحرقہ ص ۱۲۲ ، طبع قاہرہ

جب ان ذوات مقدسہ کے حرف اسماء مبارکہ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء و تندرسی عطا فرما دیتا ہے تو ان سے توسل بالذات تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے اور ان کے وسیلے سے مانگی ہو ئی دعا اللہ تعالیٰ ہر گز رد نہیں فرماتا۔ بہر کیف اس پوری بحث کا خلاصہ یہ نکلا ہے کہ آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور تعامل اوصیاء وصالحین کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء ائمہ

اہل بیتؑ اور دیگر مقربان خدا کو ان کی حیات اور انتقا ل کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگا ہ میں ان کا وسیلہ پیش کر نا نہ صرف جائز بلکہ مشروع ہے۔

☆☆☆☆☆

## اصول فقہ

# اصول فقہ میں سنت کی بحث (۱)

سید ثمر علی نقوی

**مقدمہ:۔**

اسلام ایک ایسا جامع ،کامل اور ہمہ جہت دین ہے جس نے صرف فردی و شخصی مسائل یا اخلاقی پندو نصیحت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے تمام اہم اور موثروسائل و ذرائع نیز ان سے صحیح استفادہ کرنے کے طور طریقے بھی بیان کیے ہیں۔اسلام بنیادی طور پر معاشرہ ساز دین ہے اسی بنا پر معاشرے کو جس چیز کی ضرورت ہے،اس کا حصول اسلام نے بطور واجب کفائی فرض قرار دیا ہے اور جو عوامل معاشرتی ترقی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں انہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے تاکہ ہر زمانہ کے مطابق پیش آنے والے واجبات و محرمات کا سراغ لگا یا جا سکے۔

''اصول فقہ ''وہ مہم ترین علم ہے جسے فقہ کے مقدمہ کے طور پر حاصل کر نا ضروری ہے، یہ دلچسپ علم مسلمانوں کے ایجاد کردہ علوم کا حصہ ہے،علم اصول در حقیقت ایسے قواعدو قوانین پر مشتمل ہے جنہیں ایک مجتہد و فقیہ'' استنباط احکام ''میں بروئے کار لا تا ہے۔

استنباط کا لفظ مادہ ''نبط'' سے مشتق ہے جس کا معنی زمین کے نیچے سے پانی نکلنا ہے۔اس لیے استنباط کو اجتہاد بھی کہا جا تا ہے ،گویا علماء نے احکام کے استنباط میں اپنی سعی و کوشش کو کنواں کھودنے والوں کے کام سے تشبیہ دی ہے کہ وہ مختلف تہوں کے نیچے سے احکام کا شفاف پانی نکالتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لفظ 'استنباط' تقریبا اجتہاد کا معنی دیتا ہے۔(1)

'علم اصول فقہ ' ہمیں فقہی مصادر کے ذریعے استنباط احکام کا صحیح طریقہ سکھاتا ہے۔

''علم اصول فقہ ''کاماہر فقہی مصادر کے ذریعے استنباط احکام کے قواعد و اصول اور طریقوں سے بحث کرتاہے

اہل تشیع کے نزدیک مصادر فقہ یا ادلہ احکام چار ہیں۔قرآن ،سنت ،عقل واجماع ،اگرچہ اہلسنت نے قیاس استحسان،مصالح مرسلہ اور سد ذرائع و فتح ذرائع وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے۔اس مقالہ میں سنت کے مفہوم اور اس کی حجیت سے متعلق بحث کی جائے گی

**سنت کا لغوی معنی:**۔لغت میں سنت سے مراد 'الطریقه المسلوکه'(طے شدہ راستہ)

کسائی کہتا ہے '' معناها الدوام'' فقولنا سنة ،معناها الامربا الا دامة من قولهم : سنت الماء اذا والیت فی صبه (2)

(سنت کا معنی دوام ہے پس سنت اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں کسی چیز کومسلسل جاری رکھنے کا معنی مضمر ہے )

''سنت الماء '' کا جملہ اس موقع پر بولتے ہیں جب آپ اسے انڈیلنے پر اصرار کر رہے ہوں

خطابی کہتا ہے : 'اصلها الطریقه المحموده فاذا اطلقت انصرفت الیها وقد تستعمل فی غیرها مقیدة کقوله من سن سنة سیئه'(3)

لفظ سنت اصل میں پسندیدہ راستے کے بارے میں استعمال ہو تا ہے اگر اسے بطور مطلق ذکر کیا جائے تواس معنی پر دلالت کر تا ہے لیکن اگر مقید (کسی قید وشرط کے ساتھ )بو لا جائے تو پھر

اس کے علاوہ معنی مراد ہو تا ہے۔جیسے حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی بری سنت کی بنیاد رکھے گا۔(4)

بعض کہتے ہیں 'ھی الطریقه المعتادۃ سواء کانت حسنة او سیئة کما فی الحدیث۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

سنت معمولی راستہ کے معنٰی میں استعمال ہو تا ہے چاہے اچھا ہو یا بُرا ،چنانچہ حدیث میں اس معنٰی میں آیا ہے۔بطور کلی، لغت کے اعتبار سے'' سنت ''روش وسیرت کے معنی میں استعمال ہو تا ہے۔سنت کی جمع سنن ہے جیسے غرفہ کی جمع غرف ،قرآن مجید میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

''سنة الله التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا ''(5)

سنت الٰہی سے مراد روش یا حکمت الٰہی برائے تکامل بشر ہے۔

**سنت کا اصطلاحی معنی:۔**مختلف علوم کے ماہرین نے اپنے دائرہِ علم کی خاص اصطلاح کے مطابق سنت کی تعریف کی ہے۔

ا۔فقہاکی اصطلاح میں سنت سے مراد ایسا حکم ہے جس کی بنیاد اصول شریعہ پر قائم ہو

'کل حکم یستند الی اصول الشریعه '(6)

اس تعریف کی بنا پر ہر وہ حکم سنت شمار ہو گا جو شریعت کے مطابق ہو یعنی اس کی سند اور دلیل کا شریعت کے مطابق ہو نا ہے اور خلاف سنت کو بدعت میں شمار کیا جائے گا کیونکہ بدعت ایسا حکم ہے جو شریعت کی طرف استناد نہیں رکھتا۔

۲۔ متکلمین کی اصطلاح میں سنت کا لفظ بعض دفعہ فقہا کی اصطلاح کے عین مطابق ذکر ہوا ہے اور بعض اوقات ایک الگ اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔

'مایرجح جانب وجودہ علی جانب عدمہ ترجیحا لیس معہ المنع من النقیض '(7)

ترجمہ: ایسی چیز جس کی وجودی حیثیت اس کی عدمی حیثیت پر ایک ایسا رجحان رکھتی ہو کہ جس کے ساتھ اس کے نقیض کو بھی ممنوع قرار نہ دیا جاسکے۔

یہ معنی تقریباً '' مستحب ''کے مترادف بنتا ہے ،اصولیوں کی اصطلاح : تمام علماء اصول الفقہ کا اتفاق ہے سنت سے مراد قول ،فعل و تقریر پیغمبر ﷺ ہے۔

''ماصدر عن النبی ﷺ من قول اوفعل او تقریر''(8)

اس تعریف کے لحاظ سے لفظ سنت ایک وسیع معنیٰ پر دلالت کرتا ہے یعنی دین کے ان تمام احکام کو شامل ہے جو نبی اکرم ﷺ نے خداوند کریم کی جانب سے حاصل کرکے اپنی زبان اطہر سے قرآن کے علاوہ جاری کیے۔یہ معنی شیعہ و سنی کے درمیان مورد اتفاق ہے۔اختلاف اس میں ہے کہ شیعہ '' سنت'' میں وسعت کے قائل ہوتے ہوئے آئمہ اطہار کے قول فعل اور تقریر کو بھی سنت میں شمار کرتے ہیں جس کی وضاحت بعد میں کی جائے گی۔جب کہ اہل سنت اس نظریہ کو قبول نہیں کرتے۔

مرحوم مظفر سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

'السنۃ فی اصطلاح الفقہاء قول النبی اوفعلہ اوتقریرہ ومنشا ھذا الاصطلاح امر النبی ﷺ باتباع سنتہ فغلبت کلمۃ السنہ فیما تطلق مجردۃ عن نسبتھا الی احد ،علی خصوص مایتضمن بیان حکم من

الاحکام من النبی ﷺ سواء کان ذالک بقول او فعل او تقریر۔ اما فقهاء الا مامیه با الخصوص فلما ثبت لدیهم ان المعصوم من آل البیت یجری قوله مجری قول النبی من کونه حجة علی العباد واجب الا تباع فقد تو سعوا فی اصطلاح السنة الی ما یشمل قول کل واحد من المعصومین او فعله او تقریره فکانت السنة با صطلاحهم قول المعصوم او فعله او تقریره' (9)

فقہا کی اصطلا ح میں نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کو ''سنت'' کہاجا تا ہے اوراس اصطلاح کی بنیاد خود پیغمبر ﷺ کا حکم ہے جو انہوں نے اپنی سنت کی پیروی کر نے کے لیے صادر فرمایا تھا۔پس لفظ سنت جب مطلق یعنی کسی قسم کی قید و شرط کے بغیر بولا جائے تو ان احکام پر دلالت کر تا ہے جو پیغمبر ﷺ نے بیان کیے ہیں چاہے یہ احکام گفتار و کردار سے حاصل ہو ں یا کسی کے عمل کی تائید (تقریر) کی صورت میں سامنے آئیں۔اور فقہائے امامیہ کے نزدیک اہل بیتؑ کے معصوم افراد کا قول چونکہ پیغمبر کا قول ہی ہے اور اس بنا پر حجت ہے تو ان کا قول و فعل و تقریر بھی سنت کا حصہ ہے ، لہٰذا شیعہ کی اصطلاح میں قول و فعل و تقریر معصوم سنت شمار ہو گا۔نیز اس کی مختصر دلیل پیش کر تے ہو ئے لکھتے ہیں کہ

'والسر فی ذالک ان الائمة من آل محمد لیسوا هم من قبیل الرواة عن النبی والمحدثین عنه لیکون قولهم حجة من جهة انهم ثقاة فی الروایه بل انهم هم المنصوبون من الله تعالی علی لسان النبی ﷺ لتبلیغ الاحکام الواقعة فلایحکون الاعن الواقعیة عند الله تعالیٰ کما هی۔۔۔۔۔۔' (10)

''سنت'' میں وسعت دے کر معصوم امام کو شامل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آل محمد ﷺ کا مقام کسی روای کا مقام نہیں ہے کہ جس طرح اگر روای مور د و ثوق ہو تو ان سے نقل شدہ سنت رسول حجت قرار پاتی ہے۔بلکہ ان کا قول اس لیے حجت ہے کہ ان حضرات کو پیغمبر ﷺ

نے اللہ کی جانب سے منصوب کیا ہے تاکہ یہ بھی احکام شریعت کی تبلیغ کریں لہٰذا،ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنے سے انسان اللہ کی جانب سے صادر شدہ حقیقی اور واقعی احکام تک پہنچ سکتا ہے۔اس لحاظ سے تمام معصوم آئمہ کی سنت کی پیروی بھی واجب ہے۔

لفظ سنت احادیث ،احادیث میں 'سنت'کا استعمال مختلف معانی میں ہوا ہے۔

۱۔بعض دفعہ قول وفعل وتقریر پیغمبر کے معنیٰ میں آیا ہے ،معمولاً جب لفظ سنت کتاب (قرآن)کے مقابلے میں استعمال ہو تو اس سے مراد یہی معنیٰ ہو نا ہے۔(11)

حضرت امام جعفر صادق علیه السلام سے روایت ہے کہ'مامن شی الا وفیه کتاب اوسنة (12)'

(کوئی ایسا مطلب موجود نہیں مگر یہ کہ اس کے بارے میں قرآن یا سنت کا حکم ضرور آیاہے)

نیز حضرت امیر المومنینعلیہ السلام سے منقول ہے

'من اخذ دینه من افواه الرجال ازالته الرجال ومن اخذ دینه من الکتاب والسنة زالت الجبال ولم یزل '(13)

(جو شخص اپنے دینی امور میں لوگوں کی باتوں پراعتماد کرتا ہے تو لوگ بھی اسے نابود کردیتے ہیں اور جو اپنے دین کو قرآن و سنت سے حاصل کرتا ہے ایسے شخص کے مقابلے میں پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں لیکن اس کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آسکتی )

بظاہر فقہا نے سنت کی اصطلاح کواس قسم کی روایات سے اخذ کیا ہے کیونکہ یہ دو روایات اور دیگر بہت سی روایات ،بدعت کو سنت کے مدمقابل قرار دیتی ہیں اور سنت کو شریعت کے عین مطابق سمجھتی ہیں۔

۲۔روایات واحادیث میں لفظ سنت ایک اور معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔''السواك هومن السنة ومطهرة للفم'' (14)

نیز ''من السنة ان تصلى على محمد و اهل بيته فى كل جمعة الف مرة''(15)

مذکورہ بالا روایات میں لفظ ''سنت'' رجحان اور استحباب موکد پر دلالت کر تا ہے یعنی یہاں سنت وجوب کے مقابلے میں ذکر ہوئی ہے۔

**''سنت'' میں اختلافی بحث:**

سنت کی حجیت کے بارے میں تمام فقہاو اصولیوں کا اتفاق ہے یعنی سنت کو 'حجت 'قرار دینے میں علمائے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں، سنت کے بارے میں جو اختلاف پا یا جاتاہے ،وہ دو جہتوں سے ہے ایک یہ کہ آیا صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت حجت ہے یا آئمہ معصومین کی سنت بھی حجت ہے۔

اہلسنت صرف پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو حجت مانتے ہیں لیکن شیعہ قرآن مجید کی بعض آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متواتر احادیث جنہیں خوداہل سنت نے نقل کیا ہے کی روشنی میں آئمہ اطہار کے قول وفعل اور تقریر (تائید ) کو بھی حجت سمجھتے ہیں۔(16)

منجملہ پیغمبر اکرم کی یہ حدیث جو قطعی السند اور متواتر ہے مذکورہ بالامطلب کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

قال رسول اللہ 'انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی '(17)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی کثیر اور متواتر احادیث کے باوجود علمائے اہل سنت آئمہ معصومین کی سنت کی حجیت کے تو منکر ہیں لیکن بعض افراطی قسم کے علماء نے صحابہ کے کچھ خاص احکام کو سنت سمجھتے ہوئے حجت قرار دیا ہے۔(18)

اختلاف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور ائمہ اطہار سے منقول سنت کبھی قطعی و متواتر ہوتی ہے اور کبھی ظنی ،یا دوسرے لفظوں میں خبر واحد ہوتی ہے۔

اختلاف اس میں ہے کہ آیا رسول اکرم ﷺ کی غیر قطعی سنت کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں یہ وہ مقام ہے جہاں نظریات افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ہیں۔

ابو حنیفہ جیسے کچھ افراد نے تمام حدیثوں کو نظر انداز کر دیا ہے کہتے ہیں ابو حنیفہ، رسول اکرم ﷺ سے مروی تمام حدیثوں میں سے صرف سترہ حدیثوں کو قابل اعتماد سمجھتے تھے جب کہ کچھ دوسرے لوگ ضعیف حدیثوں پر بھی بھروسہ کرتے رہے ہیں ،لیکن شیعہ علما کا نظریہ ہے کہ صرف صحیح وموثق حدیثوں ہی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اس بنا پر حدیث کے روایوں کا پہچاننا اور ان کے بارے میں تحقیق کرنا ضروری ہے بہت سے اہل سنت علماء کا بھی یہی نظریہ ہے اس لیے مسلمانوں کے درمیان ''علم رجال '' یعنی روای شناسی کے علم نے جنم لیا۔(19)

بعض اوقات فروعات سنت میں بھی علماء نے فقہی واصولی نزاع کی ہے۔

ایک اختلاف اس میں ہے کہ اگر معصوم کوئی عمل انجام دیتا ہے لیکن کوئی قرینہ نہیں جو اس عمل کے واجب یا مستحب ہونے پر دلالت کرے تو اس صورت میں عصر آئمہ کو درک نہ کرنے والے افراد پر اس عمل کی پیروی واجب ہو گی یا مستحب (البتہ اس میں سب متفق ہیں کہ اگر قرینہ موجود ہوتا تو اس کے مطابق وجوب یا استحباب کو ہی اخذ کرتے اس مسئلہ میں تین مختلف آراء ہیں بعض وجوب اور بعض استحباب کے قائل ہوئے ہیں، لیکن بعض دیگر فقہا کی نظرمیں ایسا عمل نہ وجوب اور نہ ہی استحباب پر دلالت کرتا ہے بلکہ عدم قرینہ کی صورت میں صرف اباحہ (مباح ہونے) پر دلالت کرے گا تینوں نظریات کے قائلین نے قرآن وحدیث سے اپنے نظریہ پر استدلال کیا ہے۔

دوسرا نزاع واختلاف معصوم کے اس فعل کے بارے میں ہے، جس سے متعلق یقین ہو کہ پیغمبر ﷺ یا معصوم نے اسے وجوب یا استحباب کے عنوان سے انجام دیا ہے۔لیکن پیغمبر یا معصوم نے جسے واجب کے طور پر انجام دیا تھاوہ بھی کیا ہمارے لیے بھی واجب ہے ،اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ کچھ احکام (واجبات و مستحبات) پیغمبر ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں ،جن میں بعض ہمارے لیے بیان ہوئے ہیں لیکن چونکہ باقی بیان نہیں ہوئے تو شک کر سکتے ہیں کہ کیا معلوم یہ عمل جسے پیغمبر ﷺ یا معصوم نے واجب سمجھ کر انجام دیا تھا،شاید یہ ان کے ساتھ مختص احکام میں سے ہو ؟ جس طرح نماز تہجد پیغمبر ﷺ کے لیے واجب تھی لیکن عام مسلمانوں پر واجب نہیں۔

اس بنا پر بعض علمائے اصول اس قسم کے افعال معصوم کو حجت نہیں سمجھتے ،مرحوم مظفر کی نظر میں یہ نزاع، لفظی ہے،کیونکہ فعل معصوم کے بارے میں یا تو معلوم ہے کہ یہ ان سے مختص

احکام میں سے ہے ،تو اس صورت میں بغیر شک کے ہمارے لیے حجت نہیں رکھتا ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ یہ عمل مختصات معصوم میں سے نہیں بلکہ امام و امامت میں مشترک ہیں، تو اس وقت یقینی طور پر ہمارے لیے بھی حجت ہو گا البتہ ایسا عمل جس کے بارے معلوم نہ ہو کہ یہ مختصات معصوم میں سے ہے یا مشترکات میں سے تو اس صورت میں ہمیں چاہیے کہ ہم اسے مشترک احکام میں شمار کریں نہ کہ مختصات معصوم میں، اس کی دلیل یہ کہ عمل کے لحاظ سے پیغمبراور معصوم دیگر افراد کی طرح مساوی ہیں۔لہٰذا جو حکم ان پر واجب ہے ہم پر بھی واجب ہوگا۔(20)

بحث حجیت :علم اصول میں حجیت کی بحث اہم ترین ابحاث میں سے شمار ہو تی ہیں، مصادر شریعت اور ادلہ احکام کی بحث میں قرآن مجید کی حجیت کے بعد سنت کی حجیت کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

یعنی کون سے دلائل ہیں کہ جو ہمارے لیے سنت کی حجت اور اس کے معتبر ہو نے کو یقینی طور پر ثابت کرتے ہیں۔

حجت کے معنیٰ لغت میں 'غلبے' کے ہیں (غالب آنا )اور دلیل کو حجت کہتے ہیں اس لیے کہ وہ ذہنی حیثیت سے غالب آنے کا ذریعہ ہو تی ہے یعنی دوسرے آدمی کو اپنے نظریے میں شکست ماننا پڑتی ہے۔

علم اصول کی اصطلاح میں حجت ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو اپنے متعلق کو کس طرح ثابت کرے کہ اس پر قطع و یقین پیدا ہو جائے ،اس بنا پر جب سنت پیغمبر ﷺ کے بارے میں کہا جا تا ہے کہ یہ 'حجت 'ہے تو اس مراد یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی اتباع و پیروی سے ہمیں یقین ہے کہ ہم نے حق پر عمل کیا ہے اور ان کے قول وفعل میں پیروی میں کسی قسم کی خطا یا غلطی کا

شائبہ تک نہیں نیز خدا کی بار گاہ میں اسے ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کہ ہم نے تیرے رسول ﷺ کی ابتاع و پیروی کر کے حق پر عمل کیا ہے ،البتہ اس کا دوسرا رُخ بھی ہے کہ اگر پیغمبر ﷺ کے وجود کے با وجود کو ئی گمراہ ہو جائے تو یہ عذر و بہانہ یا دلیل پیش نہیں کر سکتا کہ ہمیں ہدایت کا راستہ معلوم نہ تھا۔اس مطلب کو قرآن نے بیان فرمایا ہے

'رسلا مبشہین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ' (21)

(ہم نے پیغمبر بھیجے ہیں بشارت دینے والے اور (عذاب سے )ڈرانے والے تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے )

**حجیت سنت نبوی:۔** سنت نبوی ﷺ کی حجیت کو قرآن و عقل واجماع کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

## ا۔آیات قرآن مجید

اگر چہ کثیر تعداد میں آیات ہمارے مدعا کو ثابت کر تی ہیں۔لیکن صرف چند آیات پر اکتفا کیا جائے گا۔

☆ اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول۔۔۔۔۔(22)

پیروی کیجیے اللہ کی اور پیروی کیجیے رسول کی

☆ وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھو۔(23)

اور رسول جو تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ

☆ ومانیطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحی۔(24)

وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا یہ تو صرف وحی ہو تی ہے جو (اس پر ) نازل کی جاتی ہے

☆ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔(25)

جس نے رسول کی ( عملی ) پیروی کی اس نے (حقیقت میں)خدا کی پیروی کی ہے

☆ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔(26)

بتحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی میں) بہترین نمونہ ہے

مندرجہ بالا آیات پیغمبر اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی حجیت کوواضح طور پر بیان کر تی ہیں،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی پیروی کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کی پیروی کو ذکر ناپیغمبر ﷺ کی پیروی کو اللہ تعالیٰ کی پیروی کے لیے علامت قرار دینا درحقیقت عصمت پیغمبر ﷺ پر دلالت کر رہی ہیں نیز آیہ

'ما ایاکم الرسول فختدوہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔'

اگر چہ شان نزول کے اعتبار سے غنائم بنی سے متعلق ہے لیکن شان نزول آیہ کی عمومیت کو محدود کر نے کا سبب نہیں بن سکتا اس بنا پر یہ آیہ مجیدہ پیغمبر اکرم ﷺ کی جانب سے پیش کردہ تمام احکامات کو شامل ہے۔اور تمام امور میں اطاعت پیغمبر اکرم ﷺ کو مسلمانوں کے لیے لازم قرار دے رہی ہے اس طرح آیہ 'ومانیطق عن الھویٰ۔۔۔۔۔'

پیغمبر اکرم ﷺ سے ہر قسم کے لہو و نسیان اور ذاتی خواہشات پر مبنی احکام جاری ہو نے کی نفی کر رہی ہے۔ اس لیے کہ لسان وحی الٰہی کے ساتھ مفصل ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی غلیطوں

سے پاک ہے نیز سورہ احزاب کی آیت کو بھی پیغمبر کی پوری زندگی کو ہمارے لیے نمونہ عمل قرار دیتی ہے، یہ آیہ مجیدہ پیغمبر اکرم ﷺ کے افعال و اعمال کی اتباع و پیروی پر واضح دلیل ہے جو کہ سنت کا اہم عنصر ہے۔

**۲۔اجماع عملی :** بعض محققین نے سنت پیغمبر کی حجیت پر ''اجماع مسلمین '' کا دعویٰ کیا ہے

''اجمع المسلمون علی ان ما صدر عن رسول اللہ من قول او رفعل او تقریر کان مقصوداً بہ التشریح والا قتداء نقل الینا لبسند صحیح یغیر القطع او الظن الراجع بصدقہ ،یکون حجۃ علی المسلمین (27)''

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا ہر قول و فعل و تقریر (تائید )جو تشریع احکام کے عنوان سے ایسی صحیح السند احادیث کے ذریعے نقل ہو جس سے یقین یا ظن حاصل ہو جائے تو یہ تمام مسلمانوں کے لیے حجت ہو گا ،اس اجماع سے مراد اجماع مصطلع نہیں بلکہ مراد، اتفاق آراء ہے۔

**۳۔ عقلی دلیل :**

تمام ادلۂ عقلیہ جو پیغمبر اکرم ﷺ کی عصمت کو ثابت کرنے کے لیے قائم کی گئی ہیں اور پیغمبر اکرم ﷺ سے ہر قسم کے سہو ،ونسان اور خطا کو ممنوع قرار دیتی ہیں،آپؐ کی سنت کی حجیت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے۔

-------------------

# حوالہ جات


1۔مطہری ،مرتضی،اسلامی علوم کا تعارف ،ص۳۰۷

2۔رضوانی، علی اصغر،اصول فقہ مقارن،ص۶۳

3۔ارشاد الفحول ص،۳۳،نقل از اصول فقہ مقارن ،ص۴۱

4۔ابو الحسین ، مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم،کتاب الزکاۃ،ح۱۴۹۱

5۔القرآن ،الفتح آیت ۲۳

6۔ابن اثیر ،النھایہ،لفظ بدع

7۔ارشاد الفحول ص۳۳

8۔رضوانی ، علی اصغر،اصول فقہ مقارن،ص۶۵

9۔المظفر، محمد رضا،اصول الفقہ ،ج۳،ص۵۳

10۔ایضاً،ص۵۴

11۔ربانی گلپایئگانی ، علی ،شیعہ شناسی ،ص۳۶۸

12۔کلینی محمد بن یعقوب،اصول کافی کتاب فضل العلم باب الرد،ح۴

13۔حرعاملی، محمد بن حسن ،وسائل الشیعہ ج۱۸،ص۹۵

14۔ایضاً ،ج۱،ص۳۴۷

15۔ایضاً۔ج۵،ص۴۲

16۔مطہری ،مرتضٰی،اسلامی علوم کا تعارف ،ص۳۱۰

17۔ابن کیثر ، تفسیر القرآن العظیم ج،۴،ص۱۲۳،سیوطی الدالمنثور،ج۶ص،۷نسائی،سنن الکبری ج۵،ص۱۲،مسند ،احمد بن حنبل،ج۵ص۱۲۲،نووی،شرح مسلم ج۱۵،ص۱۸۰

18۔شاطبیؒ،الموافقات،ج۴،ص۷۴

19۔مطہری ،مرتضیٰ،اسلامی علوم کا تعارف ،ص۳۱۱

20۔اصغری،سید عبد اللہ،اصول فقہ،ج۲،ص۷۷

21۔القرآن الکریم ،النساء ،۱۴۵

22۔القرآن الکریم ،النساء ۵۸

23۔القرآن الکریم ،الحشر،۷

24۔القرآن الکریم ،النجم ۴،۳

25۔القرآن الکریم ، النساء ۸۰

26۔القرآ ن الکریم ،احزاب،۲۱

27۔رضوانی،علی اصغر،اصول فقہ مقارن،ص٦٧

## سیاسیات

# دین وسیاست

محمد اصغر عسکری

طول تاریخ میں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ہرمذہب اور مکتب میں کچھ انحرافات اور تحریفات پیدا ہوجاتی ہیں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر میں بھی اس طرح کے انحرافات پیدا ہوئے ہیں۔بعض نے مذہب کی چیزوں کوختم کر دیا گیا ہے اوربعض نئ چیزوں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔اس طرح کا ایک بڑا ، انحراف دین اور سیاست کی جدائی ہے کہ اس انحراف کی وجہ سے مسلمانوں کا دین دار طبقہ آج بہت سے میدانوں میں پیچھے دکھائی دیتا ہے۔اور عالم اسلام کا یہ طبقہ قوموں کی رہبری ذمہ داری انجام نہیں دے پایا۔

دشمنانِ اسلام نے جہاں دوسرے محاذوں پر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کی ہیں وہاں ایک اہم سازش سیکولرزم کا وجود میںلانا ہے ایک اعتراض جو دشمنانِ اسلام کی طرف سے کیا جاتا ہے یہ ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں اور عصر صنعت و تمدن میں اسلام معاشروں کو چلانے کا نظام نہیں رکھتا اور اسلام کا نظام حقوق، معاشروں کی مشکلات حل کرنے سے عاجز ہے۔

**امام خمینی لکھتے ہیں :** دین اور سیاست کی جدائی کا اتنا زیادہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ دینی مدارس میں بھی اثرانداز ہو گیا اور صاحبان مدرسہ بھی اُس کے قائل ہو گئے ہیں اور اگر کوئی حکومت اسلامی کے بارے میں گفتگو کرنا چاہے تو اُسے تقیہ کرنا پڑتا ہے۔(1)

اس وقت مدارس دینیہ کی بڑی تعداد ایسی ہے جو اگرچہ زبان سے دین و سیاست کی جدائی کی قائل نہیں مگر عملی زندگی میں وہ اس استعماری پروپیگنڈے کے قائل نظر آتی ہیں۔اور سیاسی

واجتماعی ذمہ داریوں کو اپنے لیے فریضہ نہیں جانتے نہ صرف ان امور کوانجام دینا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے بلکہ اگر کوئی اس اجتماعی و سیاسی ذمہ داری کو ادا کرتا ہے تو ان کی نظروں میں وہ صحیح دین دار نہیں ہے اور اس کا مقام و تقدس ان کے ہاں کم ہو جاتا ہے۔

آیئے اس مختصر تحریر میں یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین اور سیاست کا آپس میں کیا تعلق ہے ؟

کیا دونوں قابل جمع ہیں یا کوئی اور نسبت یہ جاننے سے قبل ضروری ہے کہ خود دین اور سیاست کے مفہوم کو سمجھا جائے کیونکہ جب دین اور سیاست کا مفہوم واضح ہو جائے گا تو پھر ان کا رابطہ بہتر سمجھ میں آسکتا ہے۔تو آیئے سب سے پہلے یہ جانتے ہیں کہ دین اور سیاست کیا ہے؟

**دین اور سیاست کا مفہوم**

دین کا لغوی معنی جزاء ہے۔'مالک یوم الدین ' یعنی خدا جزا کے دن کا مالک ہے۔(2)

اور اصطلاح میں مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔معروف دانشور علامہ محمد تقی جعفری دین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

دین کے بنیادی طور پر تین ارکان ہیں۔

ا۔خدا پر ایمان لانا ،خدا کو اس جہاں پر ناظر اور قادر مطلق ماننا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تمام کمالات کا پانے والا ہے اور ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔

۲۔انسان کو اعلی مقصد اور ہدف کی طرف حرکت دینے کے لیے عملی قوانین کا مجموعہ کہ جنہیں احکام کہا جاتاہے۔

۳۔اخلاقیات جو انسان کے کمال کے سفر میں معاون ہو تے ہیں۔(3)

علامہ صاحب کی وضاحت کے مطابق دین تین چیزوں کا مجموعہ ہے ،عقائد ،احکام اور اخلاقیات بعض دانشوروں نے کہا کہ دین یعنی انسان کا خدا سے رابطہ اور دنیا یعنی ایک انسان کا دوسرے انسانوں سے رابطہ لہٰذا دونوں کا اپناالگ دائرہ کار ہے اور کہا کہ دین آخرت کی راہنمائی کرتا ہے اور سیاست دنیاوی امور کی راہنمائی کر تی ہے۔پس دونوں کا آپس میں کو ئی تعلق نہیں ہے۔

اگر دین کی یہ تعریف کی جا ئے کہ دین انسان کو خدا سے رابطے کا طریقہ بتاتا ہے تو واضح ہے کہ دین کا سیاست سے کو ئی تعلق نہیں ہے۔کیونکہ سیاست دنیاوی امور میں انسان کی راہنمائی کرتی ہے۔مگر یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر خود دین کی حقیقت پر غور کیا جا ئے کہ انسان کسی خاص جہت میں دین کامحتاج نہیں ہے بلکہ تمام پہلوئوں میں دین کامحتاج ہے تو پھر واضح ہو جائے گا کہ دین سیاست سے ہر گز جدا نہیں ہو سکتا۔اسی لیے امام خمینیؒ نے فرمایا کہ دین کا سیاسی ہو نا ایک بدیہی مفہوم ہے اور سیاست ماعین دیانت ما است اور دیانت ماعین سیاست ما است،یعنی ہماری سیاست ہمارے دین کے عین مطابق ہے اورہمارا دین ہماری سیاست کے عین مطابق ہے۔

دین کے اصول و احکام پر غور کر تے ہو ئے دین کی جامع تعریف یوں کی جا سکتی ہے۔دین ایسے قوانین و اصولوں کا مجموعہ ہے کہ جو انسان کے مادی اور معنوی مسائل کو حل کر تا ہے اور آخرت میں اس کو سعادت مند بناتا ہے۔کیونکہ دین نے انسان کاخدا سے رابطہ ،انسان کا دوسرے انسانوں سے رابطہ انسان کا خدا سے رابطہ اس حیثیت سے کہ خدا اس جہاں پر حاکم ہے،سیاست،اقتصاد ،تعلیم و تربیت اور مدیریت اور دیگر تمام موضوعات کو بیان کیا ہے۔

لہٰذا اتنا جامع اور وسیع دین صرف انسان کی آخرت کے لیے نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں بھی انسانوں اور معاشروں کے مسائل کو دین ہی حل کر تا ہے۔اور پھر ایک اور لحاظ سے بھی دین سیاست سے ہر گز جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کی دنیا وآخرت کی سعادت اس میں ہے کہ وہ دین کے تمام قوانین پر عمل کرے۔ اگر کوئی فرد احکام دینی میں تو مرجع کے حکم کی پیروی کرے مگر سیاسی مسائل میں کسی اور کی پیروی کر تا ہو تو یہ دین دار نہیں ہے۔کیونکہ جس مرجع نے احکام بتانے ہیں سیاسی راہنمائی بھی اسی نے کر نی ہے۔

پس دین صر ف آخرت سنوارنے کے لیے نہیں ہے بلکہ دنیاوی امور کی راہنمائی بھی کرتا ہے اور سیاست کہ جسے اصل میں کلمہ 'سوس' سے لیا گیا ہے۔ (4)

اس کا معنٰی مملکت کو چلانا اور لوگوں کے امور کی اصلاح کرنا ہے۔

علامہ طریحی مجمع البحرین میں لکھتے ہیں :

'السیاسة القیام علی الشی بما یصلحه' (5)

کسی چیز کی خاطر جدوجہد کرنا جو اس چیز کے فائدے میں ہو۔پس سیاست دان وہ ہو تا ہے جو ملک کے سیاسی امور پر بصیر اور آگاہ ہو۔

اہل لغت نے جو سیاست کا معنی کیا ہے اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ سیاست یعنی عدالتِ اجتماعی کا قیام اور ملک ومملکت کی حفاظت اور انسانوں کے مادی ومعنوی مفادات کو فراہم کر نے کے لیے اصول اور حکمت عملی معین کرنا۔اگر چہ کلمہ سیاست نے بھی بہت سارے دوسرے مفاہیم کی طرح اپنی ہو ےّت اور حقیقت کھو دی ہے کیونکہ سیا ست سے آج کل جو مطلب ذہن میں آتا ہے وہ دھوکہ ،فراڈ ، ظلم دوسروں کے اموال واملاک پر تسلط اور دوسروں کے حقوق کو غصب

کرنا ہے سیاست کے اس غلط مفہوم کی وجہ سے بھی لوگ دین کی سیاست سے جدائی کے قائل ہو گئے ہیں۔

آئمہ ہدی نے اپنی زندگی میں ہمیشہ اس منفی سیاست کی مذمت کی ہے جیسا کہ کچھ لوگ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا یا امیر المومنین سیاست میں اتنی صداقت و سچائی بھی صحیح نہیں ہے جس کا آپ خیال کرتے ہیں۔امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ جن پر میں حکومت کرتا ہوں اپنی کامیابی کی خاطر ان پر ظلم کروں؟

خدا کی قسم جب تک سورج آسماں پر طلوع کرتا ہے اور ستارے چمکتے ہیں میں ہر گز یہ کام نہیں کروں گا اور فرمایا

'ولولا کراھة الغدر لکنت ادھی الناس'اگر دھوکہ و فراڈ ناپسندیدہ صفت نہ ہوتی تو میں لوگوں میں سے سب سے بڑا سیاسی ہوتا۔(6) یا ایک اور تعبیر کے مطابق فرمایا :

'لولا التقی لکنت ادھی الناس 'اگر تقویٰ الٰہی نہ ہوتا تو میں سب سے بڑا سیاسی ہوتا۔(7)

پس گزشتہ بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ سیاست کا مفہوم معاشرے کو ایسا نظم دینا کہ جس سے معاشرے کے مفادات اور مصلحتوں کو حاصل کیا جا سکے اور سیاست یعنی کسی ملک و مملکت کو چلانے کا ایسا آئین ہے کہ جو دھوکہ و فراڈ سے پاک ہو۔اوردین انسان کی صرف اخروی زندگی کے لیے راہنمائی نہیں کرتا بلکہ دنیا میں بھی معاشرے کے امور کا نظم و نسق اور سیاسی راہنمائی بھی دیتا ہے پس دین ،جیسے انسان کی ابدی زندگی میں اس کو سعادت مند بناتا ہے ویسے ہی اس کی دنیا کے لیے بھی ایک سیاسی نظام رکھتا ہے جسے دینی حکومت کہا جاتا ہے۔

**دین اور سیاست کا رابطہ :**

جب دین اور سیاست کے حقیقی مفاہیم واضح ہو گئے تو اب یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ دین اور سیاست کے درمیان کیا نسبت ہے ؟اور دین کا سیاست سے یا سیاست کا دین سے کیا تعلق ہے ؟

دین اور سیاست کے رابطے سے مراد یہ ہے کہ دین، جیسے بشر کی مادی واجتماعی زندگی کی ضرورت ہے اوراس کے لیے پروگرام رکھتا ہے، حکومت جو کہ بشر کی سیاسی واجتماعی زندگی کی ضرورت ہے اس کے لیے بھی پروگرام دیتا ہے۔اسلامی احکام و قوانین کی ماہیت بتاتی ہے کہ اسلام میں جہاں انفرادی قوانین موجود ہیں وہاں سیاسی اجتماعی قوانین بھی پائے جاتے ہیں۔اسلام نے رہبریت ،حکومت کو کیسے تشکیل دیا ہے اور اس کے معیارات کیا ہیں؟ان تمام چیزوں کو دین نے بیان کیا ہے ،لہٰذا سیاست دین کا حصہ ہے کہ نہ دین سے جدا۔امام خمینی نے فرمایا :

گمان نہ کیا جائے کہ اسلام عیسائیت کی طرح ہے کہ جس میں فقط انسان کا خدا سے معنوی رابطہ ہے اور کچھ نہیں ،اسلام ایک سیاسی نظام حکومت رکھتا ہے بشری زندگی کے لیے پروگرام رکھتا ہے ،دین اور سیاست کا تعلق روح اوربدن کا تعلق ہے امام خمینی کے نزدیک دنیا وآخرت عرفان و سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کو کامل کرتے ہیں۔(8)

اسلام کے قوانین تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔اسلام کے سیاسی قوانین عبادی اثر رکھتے ہیں اور عبادی قوانین سیاسی اثر رکھتے ہیں۔(9)

دین میں سیاسی قوانین عبادی قوانین کی نسبت زیادہ ہیں۔

**امام خمینیؒ نے فرمایا:۔**

اسلام ایسا دین ہے کہ جس کے عبادی احکام بھی سیاسی ہیں ،نماز جمعہ ،خطبہ ھای جمعہ ،نماز عید اور اس کے خطبے ، حج کے دوران مکہ و عرفات و منیٰ ومشعر میں اجتماع یہ تمام سیاسی ہیں۔آپ نے فرمایا کتب حدیث کا دورہ کہ جس میں پچاس کتابیں ہیں اور اسلام کے تمام احکام بیان ہوئے ہیں، تین چار کتابیں صرف عبادات اور انسان کی خدا کی نسبت اور فرائض کے بارے میں ہیں اور کچھ اخلاقیات کے با رے میں ہیں۔ باقی تمام اجتماعیات ،اقتصادیات ،حقوق سیاست اور معاشرے کی تدبیر سے متعلق ہیں۔(10)

دین اور سیاست کی جدا ئی کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ دوچیزیں ہیں ایک یہ ہے کہ انسان کیسے زندگی گزارے اس کا گھر کیسا ہو اور کیسے حکومت بنائے اس میں وہ دین کا محتاج ہے مگر دوسری چیز کہ آیا دین گھر کا بندوبست کرتا ہے زندگی کی ضروریات کو مہیا کر تا ہے یہ کا م دین کا نہیں ہے بلکہ سیاست کا ہے۔ کیونکہ دین فقط آخرت کے لیے ہے اور دنیا وی امور سے اس کا کو ئی تعلق نہیں ہے۔لہٰذا دین، سیاست سے جدا ہے کیونکہ دین کا دائرہ کا ر آخرت ہے اور دنیا سیاست کا مقام ہے ہر ایک کا اپنا دائرہ کار ہے کسی کودوسر ے ہیںمدخالت کا حق نہیں ہے۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ ہماری زندگی کو دو طرح سے تقسیم کیا جا تا ہے دنیا و آخرت مگر حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں دنیا میں ہم جن کاموں کو انجام دیتے ہیں آخرت اس کا عکس ہے۔پس دنیا میں ہمارے اعمال آخرت کے لیے مفید بھی ہو سکتے ہیں اور نقصان دہ بھی اسلامی ایڈ یالوجی کے مطابق۔

'الیوم عمل ولاحساب وغداً احساب ولاعمل' (11)

یعنی آخرت اور دنیا کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ آخرت کی زندگی کو دنیا میں رہ کر بنایا بھی جا سکتا ہے اور بگاڑا بھی جا سکتا ہے اگر چہ غذا کھانا ،پکانا یہ دنیا کا کام ہے لیکن ممکن ہے یہ کھانا اور غذا بہشت کا باعث بنے اور ممکن ہے یہی کھانا جہنم کی آگ بن جائے۔

'الذین یاکلون اموال الیتمی انما یاکلون فی بطونھم نا راً' (12)

وہ لوگ جو یتامیٰ کا مال کھاتے ہیں وہ آگ کھاتے ہیں۔

اور معروف حدیث بھی اسی مطلب کو بیان کر تی ہے کہ ' الدنیا مزرعة الآخرة '

یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ اس دنیا میں کاشت کروگے کل قیامت کو وہی کاٹو گے۔ پس دنیا و آخرت ایک ہی چیز ہے اور تکامل کا ایک سلسلہ ہے۔اور اس دنیا میں ہمارے اعمال کردار اور گفتار ممکن ہے آخرت کے لیے ثواب وبہشت کا ذریعہ بن جائیں اور ممکن ہے آخرت میں عذاب کا باعث بنیں۔

**قرآن اور اسلام کا سیاسی نظام:۔**

ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور قرآن نے ہر مسئلہ کا حل پیش کیا ہے اور یہ قرآن 'تبیاناً لکل شی ' ہر چیز کو روشن کرنے والا ہے۔لہٰذا قرآن نے حکومت والی بشری ضرورت کو بھی پورا کیا ہے اور اس حوالے سے راہنمائی کی ہے ذیل میں ہم قرآن کی ان آیات کو پیش کرتے ہیں جو اسلام کے سیاسی نظام اور حکومت تشکیل دینے کی تائید کرتی ہیں۔ارشاد ہوا:۔

'وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ'(13)

او ر تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہو نی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلا ئی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لو گ نجات پا نے والے ہیں۔

اس آیت سے استفادہ ہو تا ہے کہ امرابا لمعروف اور نہی عن المنکر کے دو مرحلے ہیں ،ایک انفرادی مرحلہ ہے ،یعنی انفرادی طور پر ہر شخص کے لیے لا زم ہے کہ وہ دوسروں کے اعمال پر ناظر رہے اور دوسرا اجتماعی مرحلہ ہے ایک امت کی ذمہ دار ی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر نظار ت کریں اور اس سے مراد ایک سسٹم اور نظام تشکیل دینا ہے جس سے یہ ذمہ داری ادا کی جا سکے۔اور یقینا اس نظام کے لیے قدرت مند ہو نا بھی ضروری ہے اور یہ حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے۔بعض آیات میں لو گوں کو کافروں ،ظالموں ،اور فاسقین کی ولایت و سر پر ستی قبول کر نے سے روکا گیا ہے

'لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلاً 'ہر گز خدا کافروں کو مومنین پر مسلط نہیں کر تا۔۱۴

**ایک اور جگہ خداارشاد فرماتا ہے:۔**

'فَلاَوَرَبِّكَ لاَيُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَبَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَيَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا '

اے رسول تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی رنجش نہ آئے بلکہ وہ اسے بخوشی تسلیم کریں۔(15)

اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ باہمی تنازعات میں رسول ﷺ کو حکم کے طور پر قبول کرنا ظاہری ایمان ہے ،اور رسول کے فیصلے کو دل و جان سے قبول کرنا ایمان باطنی ہے اور حیات رسول کے بعد آپ کی سنت کو حکم کے طور پر قبول کرنا ایمان کی علامت ہے۔یعنی قضاوت کا حق رسول خدا کو دیا گیا ہے اور رسول خدا مومنین پر ولایت کا حق رکھتے ہیں۔

سورہ احزاب آیت ٦ میں ارشاد ہوتا ہے۔

'النبی أولی با المومنین من انفسهم' نبی ﷺ مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے۔(16)

قرآنی دستور کے مطابق اگر خدا،اور رسول کسی چیز کو معین کریں تو کوئی شخص اس سے نافرمانی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

قرآن پیغمبر ﷺ کے دستور کو بھی خدا کا دستور اور لازم الاطاعت جانتا ہے۔

'أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ' (17)

اے رسول کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کا گمان یہ ہے کہ وہ ان چیزوں پر بھی ایمان لائے ہیں جو تم پر نازل کی گئی ہیں اور ان پر بھی جو تم سے پہلے والوں پر نازل کی گئیں کہ وہ

طاغوت اور نا جائز طاقتوں سے انصاف طلب کر نا چاہتے ہیں۔حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

اس آیت میں واضح طور پر طاغوت کی طرف رجوع کر نے سے منع کیا گیا ہے اور طاغوت سے مراد حکومت جور اور غیر اسلامی حکومتیں ہیں کہ جنہوں نے اسلامی حکومت کے مقابلے میں سر کشی کر کے حکومت و سلطنت قائم کر لی ہے۔اسی طرح ایک اور آیت میں انبیا کی بعثت کا فلسفہ یوں بیان کیا گیا ہے

'وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنْ اُعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ' (18)

اور ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا تاکہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

آخر میں حسن ختام کے طور پر امام خمینیؒ کے اس کلام سے اقتباس پیش کرتے ہیں جو اُنھوں نے دین و سیاست کے حوالے سے بیان کیا ہے ،آپ فرماتے ہیں: لوگوں کو اسلام کا تعارف کروایئے تاکہ جوان نسل یہ نہ سمجھیں کہ علماء نجف و قم میں صرف حیض و نفاس کے احکام پڑھاتے ہیں ان کو سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہے ،اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ دین وسیاست میں جدائی ہے اور دین دار کو سیاست سے الگ ہونا چاہیے۔کیا رسول خدا ﷺ کے زمانے میں سیاست دین سے جدا تھی؟

کیا اس زمانے میں کچھ لوگ علماء اور کچھ دوسرے صرف سیاست دان تھے ؟ کیا حضرت امیر کے زمانے میں سیاست دین سے جدا تھی؟ یہ باتیں استعمار اور ان کے ایجنٹوں کی ہیں ،تاکہ وہ دین کو معاشرے کے نظم و نسق سے الگ رکھیں تاکہ اس طرح سے وہ ہماری تمام ثروتوں کو غارت کریں اور یہی ان کا مقصد ہے۔۱۹

امام خمینی کی خدمات اور تدبر و حکمت کو آج پوری دنیا میں سراہاجا رہا ہے۔اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا جا رہا ہے اس لیے نہیں کہ انہوں نے درجنوں علمی کتابیں لکھیں سینکڑوں اورہزاروں شاگردوں کی تربیت کی بلکہ صرف اس لیے کہ انہوں نے معاشرتی اور سیاسی سطح پر ایک کامیاب انقلابی جد وجہد کی قیادت کی ہے۔اور شاعر مشرق نے امامت کے عنوان سے جو اشعار کہے ہیں ان کا مصداق اور کوئی ہو یا نہ ہو امام خمینی ضرور ہیں۔علامہ فرماتے ہیں

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے ۔۔۔ حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق ۔۔۔ جو تجھے حاضرو موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے تجھ کو دکھاکے رُخ دوست ۔۔۔ زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی ۔۔۔ جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

--------------------

## منابع و حوالہ جات


1۔امام خمینی ، حکومت اسلامی ،ص۱۲ مکتبہ عرفانیہ لاہور

2۔المنجد ،عربی اردو

3۔علامہ محمد تقی جعفری،شرح نہج البلاغہ

4۔المنجد ،عربی اردو

5۔علامہ طریحی ،مجمع البحرین

6۔ نہج البلاغہ

7۔ نہج البلاغہ

8۔امام خمینی، حکومت اسلامی،ص مکتبہ عرفانیہ لا ہور

9۔امام خمینی، حکومت اسلامی،ص مکتبہ عرفانیہ لا ہور

10۔امام خمینی، حکومت اسلامی،ص مکتبہ عرفانیہ لا ہور

11۔ نہج البلاغہ

12۔سورہ نساء ،آیت ١٠

13۔سورہ آل عمران ،١٠٤

14۔سورہ نسا ء ،٤١

15۔سورہ نساء ٦٥

16۔احزاب ،٦

17۔سورہ نساء ،آیت نمبر ٦٠

18۔سورہ نحل ،٣٦

19۔امام خمینی، حکومت اسلامی،ص٢٩، مکتبہ عرفانیہ لا ہور

## اقبالیات

# پاکستانی اخبارات میں نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال پر لکھے جانے والے مقالات کی فہرست

سید حسین عارف نقوی

نومبر ۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کی ولادت کو سو سال ہوئے تھے اس موقع پر اخبارات نے خصوصی نمبر شائع کیے بلکہ زیادہ تر اخبارت میں سارے سال علامہ پر مقالات شائع ہوتے رہے زیر نظر فہرست اُن مقالات پر مشتمل ہے جو نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء میں درج ذیل اخبارات میں شائع ہوئے :

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | روزنامہ نامہ امروزلاہور | ۲۔ | جسارت کراچی |
| ۳۔ | حریت کراچی | ۴ | زمانہ کوئٹہ |
| ۵۔ | مساوات لاہور | ۶۔ | مشرق لاہور |
| ۷۔ | نوائے وقت راولپنڈی | ۸۔ | وفاق راولپنڈی |

### روزنامہ جسارت کراچی نومبر ۱۹۷۷ئ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | اقبال اور تعلیم کی تشکیل نو ۱۰نومبر | : | پروفیسر رحیم بخش شاہین | |
| ۲۔ | اقبال سیاست دان بھی تھے | : | احمد سعید قریشی | ۱۰نومبر |
| ۳۔ | اقبال (نظم) | : | انوار ظہوری | ۱۰نومبر |
| ۴۔ | اقبال کا پاکستان | : | اداریہ | ۱۰نومبر |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۔ | اقبال کا نام بہت لوگوں کے لیے | : | ذریعہ معاش بن گیا | ۱۰نومبر |
| ۶۔ | اقبال کا ایک وژن۔مودودی (۱) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۱۰نومبر |
| ۷۔ | شاعر مشرق اور عورت | : | نورا لصباح بیگم | ۱۰نومبر |
| ۸۔ | دانائے راز (نظم) | : | جام نوائی | ۱۰نومبر |
| ۹۔ | حرف تمنا۔ اس نظم سے علامہ اقبال کی کیا مراد تھی ۱۰نومبر | : | نذیر محمد خان | |
| ۱۰۔ | مردِ قلندر (نظم) | : | تمہید الاسلام سید | ۱۰نومبر |
| ۱۱۔ | جداگانہ قومیت کا تصور اور علامہ اقبال ۱۰نومبر | : | رضوان حیدر | |
| ۱۲۔ | علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی ۱۰نومبر | : | ابو الفتح سرمد | |
| ۱۳۔ | ہم کبھی تجھ کو فراموش نہیں کر سکتے (نظم) | : | انوار عزمی | ۱۰نومبر |
| ۱۴۔ | اقبال کا ایک وژن۔مودودی(۲) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۱۳نومبر |
| ۱۵۔ | اقبال کا ایک وژن۔مودودی(۳) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۱۴نومبر |
| ۱۶۔ | اقبال کا ایک وژن۔مودودی(۴) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۱۵نومبر |
| ۱۷۔ | بڑا شاعر وہی بن سکتا ہے جو خدا پرست ہو: کلام اقبال کے چند پہلو: پروفیسر کریم بخش نظامانی ۱۷نومبر | | | |
| ۱۸۔ | اقبال کا ایک وژن۔مودودی(۵) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۱۸نومبر |
| ۱۹۔ | اقبال۔ایک رہنمائے فکر ۱۹نومبر | : | پروفیسر عنایت علی خان | |
| ۲۰۔ | اقبال کا ایک وژن۔مودودی(۶) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۲۰نومبر |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۱۔ | اقبال کا ایک وژن۔ مودودی(۷) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۲۲نومبر |
| ۲۲۔ | اقبال کا ایک وژن۔ مودودی(۸) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۲۵نومبر |
| ۲۳۔ | اقبال کا ایک وژن۔ مودودی(۹) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۲۶نومبر |
| ۲۴۔ | اقبال کا ایک وژن۔ مودودی(۱۰) | : | اعجاز احمد فاروقی | ۲۸نومبر |

**روزنامہ جنگ راولپنڈی، نومبر۱۹۷۷ئ**

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۵۔ | نذر اقبال (نظم) | : | انور حارث | ۷نومبر |
| ۲۷۔ | شاعر مشرق علامہ اقبال کے | : | چند غیر مطبوعہ خطوط | ۹نومبر |
| ۲۸۔ | اقبال۔ہمارا دیدہ ور | : | اداریہ | ۹نومبر |
| ۲۹۔ | اقبال اور تحریک آزادی کشمیر | : | ڈاکٹر صابر آفاقی | ۹نومبر |
| ۳۰۔ | گفتم و گفت (نظم، فارسی ) ۹نومبر | : | رئیس امروہوی | |
| ۳۱۔ | علم کی غایت اور انتہا عجز اور انکسار ہے ۹نومبر | : | | |
| ۳۲۔ | شاعر مشرق کی نجی صحبتوں کے بعض افکار | : | علامہ عرشی امرتسری | ۹نومبر |
| ۳۳۔ | اقبال کو مجدد الف ثانی اور جمال الدین افغانی کی صف میں شامل کریں: احمد ندیم قاسمی ۹نومبر | | | |
| ۳۴۔ | علامہ اقبال اور تصور پاکستان | : | ڈاکٹر محمد معزالدین | ۱۱نومبر |
| ۳۵۔ | علامہ اقبال اور تصور پاکستان ۱۱نومبر | : | وحید عشرت | |
| ۳۶۔ | فلسفہ اور ااالہام و کشف | : | محمد ابو بکر عبد الشکور | ۱۱نومبر |

۳۷۔ شاعر مشرق اور قادیانیت : میر شکیل الرحمٰن
۸انومبر

## روزنامہ حریت کراچی

۳۸۔ اقبال اور پاکستان جدید : جسٹس جاوید اقبال ۱۰نومبر

۳۹۔ علامہ اقبال بہت بڑے شاعر ہی نہیں ،بلکہ بہت بڑے انسان بھی تھے: احمد وصی سیتاپوری
۱۰نومبر

۴۰۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کی صاحبزادی :منیرہ صلاح الدین سے ملاقات ۱۰نومبر

۴۱۔ ساقی نامہ۔علامہ اقبال کی ایک لازوال نظم : ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۰نومبر

۴۲۔ جدید شاعری میں علامہ اقبال کا مقام : ابوالبشیر روہیلہ
۱۰نومبر

### روزنامہ ''زمانہ'' کوئٹہ

۴۳۔ کلام اقبال میں سعی و عمل کا پیغام : مقبول احمد ۲نومبر

۴۴۔ علامہ اقبال کی غزل ''خضر راہ'' : ۴نومبر

۴۵۔ علامہ اقبال چاہتے تھے کہ انسان اپنی،خودی کو پہچان کر کائنات تسخیر کرے : 5
نومبر

۴۶۔ پاکستان کے نظریاتی اور سیاسی خالق۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم :
۶نومبر

۴۷۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں میں تہذیبی وحدت کے تحفظ کا احساس اجاگر کیا :
۸نومبر

۴۸۔ دانائے راز کی یاد میں : اداریہ ۹نومبر

۴۹۔ سامراج ،جاگیر دار اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اقبال کا جہاد : مقبول احمد
۹نومبر

۵۰۔ علامہ اقبال مفکر پاکستان کی حیثیت سے :
۹نومبر

اقبال اور ر یادیں : ۹ نومبر

۵۱۔ موت علامہ اقبال کی نظر میں : ۹نومبر

۵۲۔ علامہ اقبال کی شاعری : محمد ابو ذر واجدی ۹نومبر

۵۳۔ ملت اسلامیہ اور مسلم قومیت کا تصور :
۹نومبر

۵۴۔ اقبال اور قومیت : محمد اقبال سلمان

۵۵۔ حکیم الامت شاعرمشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال : سعید احمد الدین حسین ۹نومبر

۵۶۔ اقبال کا پیغام۔نوجوانوں کے نام : عبد العزیز رحمانی ۱۱نومبر

۵۷۔ شاعر مشرق کا پیغام فطری تقاضوں کے بہت قریب ہے : ۱۴نومبر

۵۸۔ معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود : ۱۵نومبر

علامہ اقبال نے ملت اسلامیہ میں بیداری پیدا کی :
۱۷نومبر

۵۹۔ علامہ اقبال کا تصور خودی :
۱۸نومبر

۶۰۔ اقبال اور اتحاد عالم اسلامی :
۲۰نومبر

۶۱۔ مقام عقل سے آگے گزر گیا اقبال : ۲۰نومبر

۶۲۔ اقبال اور قومیت : ۲۱نومبر

۶۳۔ شاعر مشرق علامہ اقبال۔چند یادیں : ۲۲نومبر

۶۴۔ کلام اقبال میں زندگی کا پیغام : عشرت رحمانی ۲۵نومبر

۶۵۔ علامہ اقبال کی شاعری زندگی میں، مقصد ومعنویت کا جذبہ پیدا کرتی ہے : ۲۶نومبر

**روزنامہ ''مساوات'' لاہور نومبر ۱۹۷۷ئ**

۶۶۔ شاعر مشرق کو رجعت پسند ثابت، کرنے کی ناکام کوشش : اسرار زیدی
۴نومبر

۶۷۔ حکیم مشرق کی شاعری کو، سائنسدانوں کا خراج عقیدت : ۸نومبر

۶۸۔ علامہ اقبال : محمد اقبال پرویز ۸نومبر

۶۹۔ اقبال کا پیغام : اداریہ
۹نومبر

۷۰۔ اقبال کا فلسفہ شرف انسانی : احسان رانا
۹نومبر

۷۱۔ اقبال اور ہم : ۹نومبر

۷۲۔ علامہ اقبال اور تصور پاکستان : ڈاکٹر محمد معزالدین ۹نومبر

۷۳۔ اقبال کے نظریات قرآن و حدیث، کے عین مطابق ہیں : ایم کے جنجوعہ ۹نومبر

۷۴۔ شاعر مشرق کے دو سیاسی خطبے : ۹نومبر

۷۵۔ علی گڑھ میں اقبال سیمینار اور مشاعرہ : جگن ناتھ آزاد
۹نومبر

۷۶۔ جاوید نامہ : خاور نگرامی ۹نومبر

۷۷۔ اقبال ،انسانی رشتوں میں امتیاز کے مخالف تھے : اسرار زیدی ۱۱نومبر

۷۸۔ اقبال کے فلسفہ خودی کے محرکات : تصور کرتپوری ۱۲نومبر

۷۹۔ اقبال نے مظلوم انسانون کو اپنے، حقوق کے حصول کا راستہ بتا دیا : اکرم سہیل
۱۶نومبر

۸۰۔ سیالکوٹ میں علامہ اقبال کے صد سالہ،جشن ولادت کے سلسلے میں محفل شعر وادب : ۲۰نومبر

## روزنامہ ''مشرق '' لاہور

۸۱۔ فکر اقبال کی مشعل : اداریہ ۹نومبر

۸۲۔ اقبال اور پاکستان : ۹نومبر

## روزنامہ ''نوائے وقت '' لاہور نومبر ۱۹۷۷ئ

۸۳۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کا فکری اشتراک : محمد اسحاق خان یکم نومبر

۸۴۔ مغرب سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر : مرزا ادیب ۴نومبر

علامہ شناسی۔ٹی وی کی بے رخی : ڈاکٹر ایم جمال بھٹہ ۵ نومبر

۸۵۔ علامہ اقبال اور تصور پاکستان : ڈاکٹر محمد صدر الدین ۷نومبر

۸۶۔ اقبال ایک نیک سعادت ،ذہین اور محنتی طالب علم :
۹نومبر

۸۷۔ اقبال کی نظریاتی مملکت : سید اسعد گیلانی ۹نومبر

۸۸۔ دانائے راز کی سویں سالگرہ : اداریہ ۹نومبر

۸۹۔ اقبال کا اجتہاد اور نظریہ پاکستان : مرغوب صدیقی ۹نومبر

۹۰ تبرکات اقبال : ۹نومبر

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۹۱۔ | علامہ اقبال کے متعلق عوامی تاثرات | : | سید یعقوب حسن | ۹نومبر |
| ۹۲۔ | اقبال اور سائنس | : | ڈاکٹر خیال امروہوی | ۹نومبر |
| ۹۳ | اقبال | : | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | ۹نومبر |
| ۹۴۔ | اقبال | : | مس قمر النساء شیخ | ۹نومبر |
| ۹۵۔ | اقبال۔ایک اہم فکری اور سیاسی شخصیت | : | سید ضمیر جعفری | |
| ۹۶۔ | اقبال اور سنت ابراہیمی ۹نومبر | : | وحید عشرت | |
| ۹۷۔ | اقبال اور انفرادی ذمہ داریاں | : | پروفیسر محمد منور | ۹نومبر |
| ۹۸۔ | اقبال اور عشق رسول ﷺ | : | سید احمد فاروق مشہدی | ۹نومبر |
| ۹۹۔ | اقبال،دانائے راز | : | امین چغتائی | ۹نومبر |
| ۱۰۰۔ | اقبال اور اجتہاد | : | ج ،شوکت | ۹نومبر |
| ۱۰۱۔ | اقبال اہل ایران کی نظر میں | : | کیپٹن ممتاز ملک | ۹نومبر |
| ۱۰۲۔ | اقبال اور رومی | : | مطیع الرحمٰن قریشی | ۹نومبر |
| ۱۰۳۔ | اقبال اور نوجوان | : | حکیم عبد العزیز رحمانی | ۹نومبر |
| ۱۰۴۔ | جاوید نامہ ،علامہ اقبال کی زندہ جاوید تصنیف | : | ظہیر احمد صدیقی | ۹نومبر |
| ۱۰۵۔ | اقبال۔و طینت۔ پاکستان ۹نومبر | : | پروفیسر رحیم بخش شاہین | |
| ۱۰۶۔ | لا اور الّا | : | سراج منیر | ۱۱ نومبر |
| ۱۰۷۔ | اقبال کا یادگار فنڈ، مستحسن تجویز | : | اداریہ | ۱۱نومبر |
| ۱۰۸۔ | علم الاقتصاد۔ایک تجزیہ | : | سلیم اختر | ۱۱نومبر |

۱۰۹۔ اقبال اور پاکستانی ادب : عزیز احمد ۱۱نومبر

۱۱۰۔ ممدوح عالم : عطاء الحق قاسمی ۱۱نومبر

۱۱۱۔ حکیم الامت کی ذاتی اشیاء کو محفوظ کرنے کی تمام تیاریاں مکمل کر لی گئیں ہیں :
۱۵نومبر

۱۱۲۔ علامہ اقبال اور وطینت : سید یعقوب حسن ۱۶نومبر

۱۱۳۔ اقبال۔اسلام کا عالمگیر نظریہ قومیت اور قیام پاکستان : پروفیسر رحیم
بخش شاہین ۱۷نومبر

۱۱۴۔ علامہ اقبال اور عملی سیاست : حق نواز ۱۸نومبر

۱۱۵۔ علامہ اقبال اور قیام پاکستان : رفیع الدین ہاشمی ۲۴نومبر

۱۱۶۔ اقبال کے اقتصادی نظریات : پروفیسر حمید رضا صدیقی
۲۹نومبر

**روزنامہ '' وفاق '' راولپنڈی نومبر ۱۹۷۷**

۱۱۷۔ بیاب مجلس اقبال : اداریہ ۹نومبر

۱۱۸۔ علامہ اقبال اور عشق رسول ﷺ : عتیق احمد عتیقی ۹نومبر

۱۱۹۔ اقبال اور '' یوسف گم گشتہ '' اسلام : چوہدری محمد احسن ۹نومبر

۱۲۰۔ علامہ اقبال کا فلسفہ خودی : محمد اشرف چھٹہ
۹نومبر

**روزنامہ ''امروز'' لاہور نومبر۱۹۷۷ء**

۱۲۱۔ اقبال اور صوفیائے کرام : عشرت رحمانی ۳نومبر

۱۲۲۔ استعماریت کے خلاف علامہ اقبال کا جہاد : مقبول احمد
۴نومبر

۱۲۳۔ اقبال کی شاعری کے تین دور : خلیل صحافی ۶نومبر

۱۲۴۔ اقبال اور سائنسی طرز فکر :
۶نومبر

۱۲۵۔ اقبال کی شاعری میں آزادی ،عظمت اور بلندی کردار : پروفیسر شاہین ملک
۷نومبر

۱۲۶۔ پیامبر خودی نے عجمی تصوف کی ہمیشہ سخت مخالفت کی : ڈاکٹر انعام الحق کوثر ۷نومبر

۱۲۷۔ روس کا عظیم انقلاب اور علامہ اقبال : پروفیسر یوری گینکو ۷نومبر

۱۲۸۔ سال اقبال اور اردو : پروفیسر محمد عثمان ۸نومبر

۱۲۹۔ اقبال کی سخن سنجی : عشرت رحمانی ۸نومبر

۱۳۰۔ اقبال کے نظریہ فن کی اساس تصور خودی پر ہے : اسرار زیدی
۹نومبر

۱۳۱۔ اقبال باد نسیم کے ساتھ گرد و غبار کی آمیزش نہیں کرتے : ڈاکٹر تصدق حسین خالد ۹نومبر

۱۳۲۔ اقبال کامقصد مسلمانوں کو ترقی ،حرکت اور عمل پر راغب کر نا ہے ۲۰عدد: مظفر عباس
۹نومبر

۱۳۳۔نشاۃ ملت (نظم ) : مولانا غلام اعظم ۹نومبر

۱۳۴۔ اقبال (نظم ) : اصغر سلیم ۹نومبر

۱۳۵۔مسلمانوں کے افلاس کے مسئلے کو حل کئے بغیر مسلم لیگ کو عوامی جماعت نہیں بنایا جا سکتا: وحید عثمانی
۹نومبر

۱۳۶۔ قائدا عظم کے نام علامہ اقبال کے دو خطوط : ۹نومبر

۱۳۷ اسلام کے قانونی اصولوں کی مطابقت میں سوشل ڈیمو کریسی کانفاذ کوئی نیا انقلاب نہ ہو گا:

۱۳۸۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کے سوانح : اے کے کمال ۹نومبر

۱۳۹۔ بابا نصیر الدین رشی کشمیری نے علامہ اقبال کے داداجی بول بابا کو مشرف بہ اسلام کیا تھا: میاں امیر الدین۹نومبر

۱۴۰۔ شاعر مشرق میرے عزیز ترین ،دوست ، : جگن ناتھ آزاد ،

راہبر اور فلسفی تھے۔ قائد اعظم : ترجمہ وحید عثمانی ۹نومبر

۱۴۱۔اقبال کا پیغام : اداریہ ۹نومبر

۱۴۲۔ شاعر مشرق ،علامہ اقبال :

۱۴۳۔ حرف وحکایت : عُنقا

۱۴۴۔ علامہ اقبال قرآن پاک اورحدیث شریف کے حوالے سے تعلیم و حکمت کی بات کرتے تھے : اظہر جاوید ۹نومبر

۱۴۵۔ اقبال کی شاعری

پیام اقبال کے ابلاغ کا اہم ذریعہ ہے : فیض احمد فیض ،ترجمہ وحید عثمانی، ۹نومبر

۱۴۶۔ اقبال (نظم) : جعفر شیرازی ۹نومبر

۱۴۷۔ مذہب ،قوت کے بغیر ایک فلسفہ ہے : علامہ اقبال ۹نومبر

۱۴۸۔ وہ مرد مومن ، وہ دانائے راز : مولانا محمد بخش مسلم ۹نومبر

۱۴۹۔ اقبال کے حضور (نظم) : اکبر کاظمی ۹نومبر

۱۵۰۔ شاعر مشرق نے بنی نوع انسان کو اسلام کی انسان دوستی کا پیغام دیا : وحید عثمانی ۹نومبر

۱۵۱۔ بیمہ اور علامہ اقبال : ک۔ا ۹نومبر

۱۵۲۔ اقبال ،کلیم طور معانی : عشرت رحمانی ۹نومبر

۱۵۳۔مسلمانوں کی قومی ثقافت کے اصول اقبال نے مرتب کر دئے تھے : ڈاکٹر تبسم کاشمیری ۹نومبر

۱۵۴۔ تمام اعلیٰ تر انسانی خوبیاں اقبال میں جمع تھیں : وحید عثمانی

۱۵۵۔اقبال کی نظم ''خدا اور ابلیس ''کا ایک مطالعہ : مقبول انور داودی

۱۵۶۔ مرد حق آگاہ (نظم) : طاہر لاہوری

۱۵۷۔کشمیری مسلمانوں کے مسائل سے علامہ اقبال کی دلچسپی تا دم آخر قائم رہی : کلیم اختر

۱۵۸۔ اقبال بنیادی طور پر انسانی عظمت و فضیلت کے شاعر ہیں : ڈاکٹر عبادت بریلوی ۹نومبر

۱۵۹۔ اقبال (نظم) : ناصر زیدی

۱۶۰۔ اقبال اور اتحاد عالم انسانی : ڈاکٹر عبد السلام خورشید
۱۲نومبر

۱۶۱۔ اقبال کی لب پر دعائیں بن کر آنے والی تمنائیں : عشرت رحمانی
۱۵نومبر

۱۶۲۔ علامہ اقبال : خواجہ ضیاء اللہ ۱۵نومبر

۱۶۳۔ اقبال اور عشق رسول ﷺ : ۱۶نومبر

۱۶۴۔ اقبال کے حضور نقاد شاعر : ناصر رضوی
۱۶نومبر

۱۶۵۔ آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش : مسرت عظیم
۱۶نومبر

۱۶۶۔ تعلیمی اداروں میں علامہ اقبال کا جشن ولادت : محمد علی ۱۶نومبر

۱۶۷۔ اقبال ،ایک ہمہ گیر شخصیت : حسن برجیس
۲۰نومبر

۱۶۸۔ اقبال شاعر کی حیثیت سے : عشرت رحمانی
۲۱نومبر

۱۶۹۔ خطاب بہ اقبال (نظم) : صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ۲۵نومبر

۱۷۰۔ عبد الغفور اظہر اقبال دے سارے کلام دا :
ترجمہ کر نا چاھندے سن (پنجابی) : نعیم قریشی ۲۵نومبر

۱۷۱۔ علم وفن ،علامہ اقبال کی نگاہ میں : مقبول احمد ۲۶نومبر

**روزنامہ'' امروز'' لاہور دسمبر ۱۹۷۷ئ**

۱۷۲۔ ملک و قوم کی مروجہ اصطلاح اور علامہ اقبال : مقبول احمد یکم دسمبر

۱۷۳۔بین الا قوامی اقبال کانگریس : وحید عثمانی ۲دسمبر

۱۷۴۔ اقبال کا تصوّر تاریخ : شیر محمد گریوال ۲دسمبر

۱۷۵۔علامہ اقبال اور نظریہ پاکستان : پروفیسر صابر حسین ۲دسمبر

۱۷۶۔آشنا داند صدائے آشنا : پروفیسر مرزا مقبول بیگ
۲دسمبر

۱۷۷۔میں علامہ اقبال کا پڑوسی تھا : نذیر احمد

۱۷۸۔ اقبال کی سخندانی : عشرت رحمانی

۱۷۹۔منتخب کلام اقبال :

۱۸۰۔ اقبال کے بہترین عرب مترجم۔: علی شعلان : ڈاکٹر ظھوار احمد اظہر ۲دسمبر

۱۸۱۔علامہ اقبال بین الا قوامی کانگریس پروفیسر محمد عثمان
۶دسمبر

۱۸۲۔ اقبال اور مرد مومن : پروفیسر صابر حسین ۷دسمبر

۱۸۳۔علم کا پیامبر۔اقبال : وحید عثمانی

۱۸۴۔اقبال شناسی کی بین الا قوامی روایت : سعید اختر

۱۸۵۔جشن اقبال۔لاہور کی دانشگاہوں میں : ناصر رضوی
۸دسمبر

۱۸۶۔اقبال کی تخلیقات کے تراجم حکیم الامت کی آفاق گیر شخصیت کا ثبوت ہیں : وحید عثمانی
۹دسمبر

۱۸۷۔علامہ اقبال کی ڈائری کے چند اوراق : خلیل صحافی

۱۸۸۔اقبال کے مقاصد : اداریہ

۱۸۹۔ حکیم الامت نے عہد حاضر کے مسلمانوں کو پستی سے نکالا : منیر کمال ۹دسمبر

۱۹۰۔ دسمبر سال اقبال۔ایک جائزہ : پروفیسر محمد عثمان ۱۷دسمبر

۱۹۱۔ عشق۔علامہ اقبال کی نگاہ میں : مقبول احمد ۱۹دسمبر

۱۹۲۔ اقبال کانگریس اور شاہ حسین کالج : خالد احمد ۲۳دسمبر

۱۹۳۔ صوفیائے کرام سے اقبال کو عقیدت : پروفیسر شاہین ملک
۲۴دسمبر

## روزنامہ " جسارت " کراچی دسمبر ۱۹۷۷ء

۱۹۴۔ اقبال اور سخن فرنگ : غبار یاور ۳دسمبر

۱۹۵۔ معنی دیدار او آخر زمان (نظم) :

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۶۔ اردو اور اقبال | : | جسٹس ایس اے رحمان |
| ۱۹۷۔ اقبالیات۔ایک جائزہ | : | پروفیسر رفیع الدین ہاشمی |
| ۱۹۸۔ نذر اقبال (نظم) | : | اعجاز رحمانی |
| ۱۹۹۔ لا الہ الااللہ (نظم) | : | انوار عزمی |
| ۲۰۰۔ اقبال۔پیغامبر شاعر | : | ماہرالقادری |
| ۲۰۱۔ تمام تر پاپڑ بیلنے کے باوجود ہم اقبال کو اشتراکی شاعر نہ بنا سکے ۱۲دسمبر | : | پروفیسر کریم بخش نظامانی |
| ۲۰۲۔ اقبال کا نظریہ قومیت اور پاکستانی دستور کا جائزہ | : | ریحان الحسن فاروقی ۳۰دسمبر |
| ۲۰۳۔اقبال کااصل کارنامہ | : | اُمّ زبیر ۳۱دسمبر |

## روزنامہ ''جنگ '' راولپنڈی دسمبر ۱۹۷۷

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰۴۔ اقبال کا جام جم | : | ملک محمد جعفر ۷دسمبر |
| ۲۰۵۔ کراچی میں سادات امروہہ کا اقبال مشاعرہ | : | سید ضمیر جعفری ۹دسمبر |
| ۲۰۶۔ اقبال اور تمکین۔پاکستان کے مسائل (۱) | : | زید اے سلہری ۱۲دسمبر |
| ۲۰۷۔اقبال او ر تمکین۔پاکستان کے مسائل (۲) | : | زید اے سلہری ۱۳دسمبر |

## روزنامہ ''حریت'' کراچی۔دسمبر ۱۹۷۷ئ

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰۸۔ کلام اقبال کی مقصدیت اور اسلامی اتحاد ۱۴دسمبر | : | پروفیسر رحیم بخش شاہین |

## روزنامہ ''زمانہ'' کوئٹہ دسمبر ۱۹۷۷ئ

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰۹۔ علامہ اقبال تاریخی حقائق کے نقیب تھے دسمبر | : | یکم |

۲۱۰۔ علامہ اقبال سرمایہ دارانہ نظام کو مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتے تھے: یکم دسمبر

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۱۱۔ | اقبال کے اقتصادی نظریات | : | حمید رضا صدیقی | ۲دسمبر |
| ۲۱۲۔ | علامہ اقبال اور قیام پاکستان | : | | ۲ دسمبر |
| ۲۱۳۔ | علامہ اقبال کا تصور قومیت و ریاست | : | | ۵دسمبر |
| ۲۱۴۔ | علامہ اقبال کا تصور قومیت ۶دسمبر | : | | |
| ۲۱۵۔ | علامہ اقبال کا فسلفہ خودی ۷دسمبر | : | | |
| ۲۱۶۔ | شاعر مشرق کا پیغام فطری تقاضوں کے بہت قریب ہے | : | | ۸دسمبر |
| ۲۱۷۔ | کلام اقبال میں مناظر فطرت کی عکاسی ۹دسمبر | : | | |
| ۲۱۸۔ | علامہ اقبال نے ملت اسلامیہ میں بیداری پیدا کی ۱۰دسمبر | : | | |
| ۲۱۹۔ | مسلمانوں کے زوال کے اسباب۔حکیم الامت کی نظر میں | : | | ۱۱دسمبر |
| ۲۲۰۔ | اقبال اور مرد مومن | : | پروفیسر صابر حسن | ۱۱دسمبر |
| ۲۲۱۔ | علامہ اقبال کے دوقومی نظریے کا مفہوم ۱۳دسمبر | : | | |
| ۲۲۲۔ | اقبال کے کلام میں مقصدیت کو سب سے اہم مقام دیا گیا ہے ۱۳دسمبر | : | | |
| ۲۲۳۔ | سامراج ،جاگیرداری اور سرمایہ دارانہ نظام کےخلاف اقبال کا جہاد | : | | ۱۴دسمبر |

۲۲۴۔ اقبال کے نزدیک خودی معرفت نفس کا نام ہے : ۱۵دسمبر

۲۲۵۔علامہ اقبال کا تصور خودی : ۱۶دسمبر

۲۲۶۔ علامہ اقبال نے ملت اسلامیہ کے تن مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی:
۱۸دسمبر

۲۲۷۔اقبال کی شاعری اور شخصیت عشق رسول ﷺ کا ایک خوشگوار ،دیر پا اور سرمدی عکس و نقش لیے ہوئے ہے۔ :
۱۹دسمبر

۲۲۸۔ کلام اقبال میں عقل وعشق کا موازنہ :
۲۳دسمبر

۲۲۹۔ فکر اقبال میں تکمیل انسانیت : ۲۷دسمبر

۲۳۰۔ اقبال اور نظریہ پاکستان : ۲۹دسمبر

**روزنامہ ''مساوات'' لاہور**

۲۳۱۔ علامہ اقبال : شاہدہ منظور ایم اے یکم دسمبر

۲۳۲۔اقبال کے فارسی استعارات کی وضاحت کے لیے انگریزی کتاب : ۸دسمبر

۲۳۳۔علامہ اقبال اور نئی نسل : نوشابہ رفیق ۱۰دسمبر

۲۳۴۔اقبال کامرد مومن : شاہدہ منظور ۲۳دسمبر

۲۳۵۔اقبال، محنت کش عوام کے ذریعے انقلاب بر پا کرنا چاہتا تھا : بھٹو محمد حنیف
۳۱دسمبر

**روزنامہ ''نوائے وقت'' دسمبر ۱۹۷۷ئ**

۲۳۶۔علامہ اقبال ،شاعر مشرق حکیم الامت مفکر فلسفی شاعر : عبداللطیف سیٹھی یکم دسمبر

۲۳۷۔ حکیم الامت علامہ اقبال : ۲دسمبر

۲۳۸۔علامہ اقبال : ڈاکٹر ظہوراحمد اظہر ۲دسمبر

۲۳۹۔اقبال کا نظریہ تعلیم : مرزا ادیب
۲دسمبر

۲۴۰۔فکر اقبال میں قومیت اور ریاست کا تصور : پرویز احمد خان ۳دسمبر

۲۴۱۔مفکر پاکستان علامہ اقبال سے وابستہ چند یادیں : ملک افتخار علی
۴دسمبر

۲۴۲۔اقبال کی دعوت اسلام ہر مسلمان کو متاثر کر تی ہے : مجاہد منصوری ۵دسمبر

۲۴۳۔جاوید منزل سے اقبال میوزیم تک : حکیم آفتاب احمد قریشی ۵دسمبر

۲۴۴۔عالمی اقبال کانفرنس : مجاہد منصوری ۶دسمبر

۲۴۵۔تصانیف اقبال۔معلوماتی جائزہ : محمود اختر بابر
۶دسمبر

۲۴۶۔اقبال کانگریس کے مندوبین کے ساتھ ایک پورا دن : حسنین جاوید
۷دسمبر

۲۴۷۔علامہ اقبال انسانیت کی تمام خصوصیات کو درجہ کمال تک پہچانے کے قائل تھے: سید صفدر جالب
۷دسمبر

۲۴۸۔سال اقبال اور اقبالیات : رفیع الدین ہاشمی ۹دسمبر

۲۴۹۔ مفکر پاکستان کی یاد اور یادگاریں : اداریہ ۹دسمبر

۲۵۰۔ شعر اقبال کی بین الاقوامیت : مرزا ادیب ۹دسمبر

۲۵۱۔ علامہ اقبال۔چند باتیں چند یادیں : میاں امیر الدین ۹دسمبر

۲۵۲۔ شہر اقبال سے شہر اقبال تک : مجاہد منصوری ۱۰دسمبر

۲۵۳۔دور حاضر ہ سے اقبال کا تعلق : عنایت اللہ ۱۱
دسمبر

۲۵۴۔علامہ اقبال اور عظمت انسان : زبیدہ خانم ۱۳دسمبر

۲۵۵۔علامہ اقبال کا فکری جہاد : سردار محمد اقبال ۱۴دسمبر

۲۵۶۔قانون دانوں کی مجلس،اقبال کے حضور : سید صفدر جالب ۱۵دسمبر

۲۵۷۔شکوہ اقبال ،روبی کی تین حکاتیوں کے احاطے میں : بانو قدسیہ ۱۴دسمبر

۲۵۸۔علامہ اقبال بین الاقوامی کانفرنس : مرزا ادیب
۱۶دسمبر

۲۵۹۔اقبال اور خودی : نور اللہ نور منصوری ۱۷دسمبر

۲۶۰۔ فکر اقبال اور قومی ضروریات کے پیش نظر :
شعبہ تعلیم سے متعلق چند تجاویز : ڈاکٹر آغا یمین ۱۷دسمبر

۲۶۱۔علامہ اقبال۔اس صدی کا عظیم شاعر : ممتاز احمد خان ۱۷دسمبر

۲۶۲۔ علامہ اقبال کے فن شعرپر فلم کی تیاری : محمد مصدق
۱۹دسمبر

۲۶۳۔اقبال کا نظریہ سیاست تصور ملت پر استوار ہے : گلشن آرا ء عالم
۱۹دسمبر

۲۶۴۔علامہ اقبال اور صوبہ سندھ کی تشکیل : ابصار عالم ۲۰دسمبر

۲۶۵۔اقبال کی بہت قریبی ہستیاں : مرزا ادیب ۲۳دسمبر

۲۶۶۔علامہ اقبال۔دور جدید کا فکری قائد : شیر محمد اختر
۲۳دسمبر

۲۶۷۔اقبال کا مومن کامل : طارق احتشام ۲۷ دسمبر

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۶۸۔کیاملّا اقبال کا معتوب ہے | : | زینب خاتون کاکاخیل | ۲۸دسمبر |
| ۲۶۹ اقبال اور عشق رسول مقبول ﷺ ۲۹دسمبر | : | جسٹس شمیم حسین قادری | |
| ۲۷۰۔شہر اقبال کا روحانی سفر | : | خواجہ نسیم احمد | ۳۰دسمبر |

## کتاب شناسی

# شیعہ محدثین اور اُن کی کتب حدیث (۵)

# شیخ حسین نوری طبرسی بحیثیت محدث

سید رمیز الحسن موسوی

شیعہ محدثین کی کتب حدیث میں ایک اہم کتاب ''مستدرك الوسائل ''ہے جو شیخ حر عاملی کی کتاب ''وسائل الشیعه الی مسائل الشریعه'' کا استدارک ہے۔یہ کتاب معروف شیعہ محدث میرزا حسین نوری طبرسی کی اہم ترین تالیفات میں سے ہے۔جو وسائل الشیعہ کے بعد فقہی ا حادیث میں شیعہ مجتہدین کا سب سے اہم مآخذ ہے۔اس سے پہلے کہ ہم اس کتاب کا مفصل تعارف پیش کریں ؛اس کے مئولف میرزاحسین نوری کا علمی تعارف کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔

## میرزا حسین نوری کے حالات زندگی

میرزا حسین نوری چودہویں صدی ہجری کے نمایاں شیعہ محدثین میں سے ہیں جن کا حدیث اور رجال میں کام شیعہ منابع اور مآخذ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔یہ عالی قدر محدث ۱۸ شوال ۱۲۵۴ ھ کو ایران کے صوبہ مازندران کے شہر ''نور'' کے ''یالو'' نامی دیہات میں پیداہوئے۔اُن کے والد بھی عالم دین تھے لہٰذا میرزا حسین نوری کی ولادت ایک علمی ومذہبی گھرانے میں ہو نے کی وجہ سے اُن کا دین اور علوم اسلامیہ سے لگاؤ ایک طبعی بات تھی۔وہ ابھی آٹھ سال کے ہی تھے کہ اُن کے سرسے والد کا سایہ شفقت اُٹھ گیا اور اُنہیں یتیمی کا دور دیکھنا پڑا۔اُنہوں نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی لہٰذا بچپن سے ہی اُنہوں نے دینی علوم حاصل

کرنے شروع کر دیئے۔لہٰذا وہ ابتدائی دینی تعلیم کے لئے محمد علی محلاتی کے درس میں جانے لگے۔ابتدائی تعلیم کے بعد اُنھوں نے مذید تعلیم کے لئے تہران شہر کا رُخ کیا تاکہ وہاں کے دینی مدارس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔تہران میں اُنھوں نے جلیل القدر عالم دین شیخ عبد الرحیم بروجردی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور چند سال تک اُن سے کسب فیض کیا۔اسی دوران اُنھوں نے اپنے اُستاد کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔علمی ومذہبی گھرانے میں شادی کے بعد اُن کے لئے مزید علمی مراحل طے کرنے آسان ہوگئے اور وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے عراق کی جانب چل پڑے۔ میرزا حسین نوری ۱۲۷۳ ھ میں ۱۹ سال کی عمر میں نجف اشرف پہنچے جہاں اُنھوں نے عظیم اساتذہ سے کسب فیض کیا اور علم حدیث اور دوسرے علوم وفنون میں کافی مہارت حاصل کر لی۔وہ چار سال تک نجف اشرف میں رہے اور اس کے بعد تہران واپس آگئے۔

محدث نوری علوم ومعارف اہل بیت علیہم السلام کے تشنہ تھے اور اُنھوں نجف وکربلا کے حوزہ علمیہ کی علمی محافل ودروس کو دیکھا ہو اتھا۔لہٰذا وہ تہران میں ایک سال سے زیادہ نہیں ٹہر سکے اور ۱۲۷۸ھ کو دوبارہ عراق واپس لوٹ آئے اس دفعہ وہ بزرگ عالم دین شیخ عبد الحسین تہرانی کہ جو شیخ العراقین کے نام سے معروف تھے ؛کی خدمت میں گئے اور اُن سے علمی استفادہ کرنے لگے اور اس کے بعد جب اُستاد نے کاظمین کی طرف ہجرت کی تو محدث نوری بھی اپنے اُستاد کے ساتھ کاظمین چلے گئے۔اس کے بعد اُنھوں نے حج بیت اللہ کے لئے حجاز مقدس کا سفر کیا اور حج کے ساتھ ساتھ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ بقیع علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

حج کے بعد وہ دوبارہ نجف اشرف لوٹ آئے اور شیخ اعظم شیخ مرتضٰی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کی اورابھی چند ماہ ہی گذرے تھے کہ ۱۲۸۱ ھ میں یہ عظیم فقیہ اور اُصولی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔محدث نوری نے ۱۲۸۴ ھ میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا قصد کیا اور مشہد مقدس تشریف لے گئے اور دو سال بعد ۱۲۸۶ ھ میں دوبارہ عراق لوٹ آئے۔یہ وہی زمانہ تھا جب اُن کے اُستاد بزرگوار شیخ عبد الحسین تہرانی کی وفات ہوتی ہے،شیخ عبد الحسین تہرانی پہلے عالم دین تھے جن سے محدث نوری نے اجازہ روایت ا حاصل کیا تھا۔اس کے بعد محدث نوری دوبارہ حج بیت اللہ کے لئے گئے اور وہاں سے واپسی کے بعد میرزائے شیرازی کے درس میں شرکت کرنے لگے۔۱۲۹۱ ھ میں میرزا شیرازی سامراء شہر چلے گئے اور وہاں حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی تو محدث نوری بھی اپنے اُستاد کے ہمراہ سامراء چلے گئے۔اسی دوران اُنہوں نے مزید دو بار حج بیت اللہ کیا اور امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

آخر کار ۱۳۱۴ ھ میں میرزائے شیرازی کی وفات کے بعدوہ نجف اشرف لوٹ آئے اور عمر کے آخر تک اسی شہر میں ساکن رہے۔

شیخ حسین نوری کی علمی شخصیت کا اعتراف اپنوں کے علاوہ بیگانوں نے بھی کیا ہے۔علم حدیث میں اُن کے کام کی وجہ سے وہ محدث نوری کے نام سے مشہور ہوئے اور اُن کی بعض کتب نے اُنہیں دنیائے اسلام کے علمی حلقو ں میں متعارف کرایا۔اُنہوں نے اپنے آپ کو روایات اور احادیث اہل بیت کے لئے وقف کر دیا تھا اور اس باب میں شایان شان خدمات انجام دیں۔

## محدث نوری کے اساتذہ

شیخ حسین نوری نے جن بزرگ اساتذہ سے کسب فیض کیا ہے اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔مولی محمد علی محلاتی ۲۔شیخ عبد الرحیم بروجردی ۳۔شیخ عبد الحسین تہرانی

۴۔شیخ مرتضیٰ انصاری ۵۔میرزائے شیرازی ۶۔فتح علی سلطان آبادی

## محدث نوری کے شاگرد

محدث نوری نے جن بزرگ علماء کی علمی تربیت کی ہے اُن کے نام یہ ہیں :

۱۔شیخ عباس قمی صاحب مفاتیح الجنان ۲۔آقا بزرگ تہرانی صاحب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ

۳۔علامہ شیخ علی بن ابراہیم قمی ۳۔مولی محمد تقی قمی باوزئیری

۵۔شیخ اسماعیل ابن شیخ محمد باقر اصفہانی۔

## تالیفات

چونکہ محدث نوری ایک محدث تھے اور اُن کی مہارت اور تخصص علم حدیث تھا لہٰذا اُن کا علمی ورثہ بھی زیادہ تر علم حدیث اور روایات میں ہی ہے۔اُنہوں نے اس باب میں یاد گار کتابیں چھوڑی ہیں۔جن کی ایک مختصر فہرست یہاں پیش کی جاتی ہے۔

### ۱۔''مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل'':

یہ کتاب محدث نوری کی سب سے اہم اور بڑی تالیف ہے جس میں اُنہوں نے شیخ حر عاملی کی کتاب ''وسائل الشیعہ '' میں نہ آنے والی ۲۳ ہزار روایات کو جمع کیا ہے۔اس لحاظ سے یہ کتاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جانشین ائمہ اطہار علیہم السلام کی روایات کا ایک

قیمتی ترین مجموعہ ہے۔اس کا تفصیلی تعارف ہی ہمارے اس مقالے کا موضوع ہے جو آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

۲۔دار السلام فیما یتعلق بالرؤیا والمنام

۳۔جنة الماویٰ فیمن فاز بلقاء الحجة علیہ السلام

۴۔الفیض القدسی در احوال علامہ مجلسی

۵۔الصحیفة الثانیة العلویة

۶۔الصحیفة الرابعة السجادیة

۷۔النجم الثاقب در حالات امام زمان عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف

۸۔الکلمة الطیبة (بہ فارسی)

۹۔کشف الأستار

۱۰۔سلامة المرصاد

۱۱۔لؤلؤ ومرجان در شرایط روضہ خوان

۱۲۔تحیة الزائر

۱۳۔البرکات الأحمدیة

۱۴۔ ظلمات الهاوية ف مثالب معاوية

۱۵۔ شاخه طوبی

۱۶۔ الأربعونيات

۱۷۔ مستدرك مزار البحار

۱۸۔فصل الخطاب ۲

## وفات

محدث نوری ۱۳۱۹ ھ میں آخری بار کربلا معلیٰ کی زیارات سے شرفیاب ہوئے تھے۔ اس سال کو ''حج اکبر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ اس سال نوروزاور عید قربان روز جمعہ کو ہوئیں تھیں اور بہت سے لوگوں اس سال حج کرنے کے لئے مکہ روانہ ہوئے تھے۔اس سال شہر مکہ میں وبا پھیل گئ تھی اور بہت سے لوگ وبا کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

محدث نوری کربلا سے نجف ہمیشہ سواری پر واپس آتے تھے لیکن اس سال اپنے ایک دوست کے کہنے پر پیدل واپس آنے کا قصد کیا۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے ان سب کا کھانا خراب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ سارے بیمار ہو گئے تھے ،جس کے بعد شیخ محدث نوری سخت بیمار پڑ گئے تھے۔ آخر کار ایک طولانی علمی خدمات کے بعد وہ بروز بدھ ،۲۷ جمادی الثانی ۱۳۲۰ ھ کو اس دنیا سے رحلت کر گئے۔

جیسے ہی آپ کی وفات کی خبر نجف میں سنی گئی توپورا شہر سوگوار ہو گیا اور بزرگ علماء کے علاوہ عام لوگوں نے بھی آپ کی تشیع جنازہ میں شرکت کی۔آپ کو صحن مطہر حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے باب قبلہ میں دفن کیا گیا۔

## مستدرک الوسائل

جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ میرزا حسین نوری کی سب سے اہم تالیف ''مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل '' ہے جو شیخ حر عاملی کی کتاب'' وسائل الشیعه'' کے استدراک میں لکھی گئی ہے یعنی؛جو روایات اور احادیث ''وسائل الشیعه '' میں نہیں آسکیں ،وہ میرزا حسین نوری نے اس کتاب میں جمع کردی ہیں۔لہٰذا یہ کتاب'' وسائل الشیعه ''کے بعد تمام شیعہ مجتہدین اور محققین کے لئے مرجع اور منبع کی حیثیت رکھتی ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ اس کتاب کا موضوع پیغمبر اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ائمہ اطہار علیہم السلام کی روایات اور احادیث ہیں۔جن کی تعداد ۲۳ ہزار ہے۔اس لحاظ سے روایات کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ کرکے میرزاحسین نوری نے علم حدیث کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ جب مجتہدین اور محققین وسائل الشیعہ میں مکمل جستجو اور تحقیق کر لیتے ہیں تو مزید اطمینان خاطر کے لئے اس کتاب کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں تاکہ شرعی مسائل کے استنباط میں پوری طرح مطمئن ہو جائیں اور اُنہیں یقین کی حد تک فحص کامل حاصل ہو جائے۔

## مستدرک الوسائل کے منابع

اس کتاب میں محدث نوری نے مکمل جستجو اور کامل سعی وکوشش کے بعد بہت سے ایسے روائی منابع تلاش کئے ہیں کہ جن تک شیخ حر عاملی کی رسائی نہیں ہو سکی تھی۔ محدث نوری نے جن منابع سے استفادہ کیا ہے ؛وہ ۷۵ معتبر کتب حدیث ہیں ،جن کے بارے میں اُنہوں خاتمہ کتاب میں تفصیل بیان کی ہے اور اُن کے معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔ ممتاز محدث اُستاد مدیر کاظم شانہ چی کے مطابق مستدرک میں ۶۴ کتابوں سے بلا وساطہ اور ۷ کتابوں سے ''بحار الانوار'' کے واسطے سے حدیث نقل کی گئ ہیں۔ (تاریخ حدیث ،ص۱۷۶)

## مستدرک الوسائل کی تالیف کا سبب

محدث نوری نے اس کتاب کے مقدمے میں مستدرک کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

'' عالم کامل ،متبحر خبیر ،محدث نقاد وآگاہ ،آثار (ائمہ طاہرین ) کے نشر کرنے والے اور جامع روایات شیخ محمد بن حسن حر عاملی (قدس اللہ تعالیٰ روحہ الزکیہ ) نے کتاب ''وسائل الشیعہ'' میں علماء اور اصحاب کی کتب حدیث سے بہت سی روایات اور احادیث جمع کی ہیں ،ایسی روایات کہ جو روح کے لئے لذت بخش اور آنکھوں کے لئے نور ہیں۔

الحمد للہ ! یہ کتاب شیعوں کی مرجع اور جامع دستورات شریعت ہے اور کوئی بھی کتاب اس کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتی اور کوئی بھی فقیہ ومجتہد شرعی احکام کے استنباط کے لئے اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم نے جب دوسری کتب حدیث کی طرف رجوع کیا تو روایات کا کچھ حصہ ایسا بھی دیکھا جو وسائل الشیعہ جیسی قیمتی کتاب میں نہیں ہے اور وہ روایات چند قسم کی ہیں:

۱۔ایسی روایات کہ جو قدیم معتبر کتب حدیث میں تھیں لیکن شیخ حُر عاملی اُن تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔

۲۔کچھ روایات ایسی کتابوں میں تھیں کہ جن کے نام اور مئولف تک وہ دسترسی حاصل نہ کر سکے اور ہم نے مستدرک کے خاتمے میں اُن کتابوں کے نام اور اُن کے مئولفین کے ناموں اور اُن کے معتبر ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔بعض معتبر کتابوں کی روایات اُن کی دسترس میں تھیں لیکن اُنھوں نے اُنہیں اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا یا اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

پس جب میں نے ان روایات کو دیکھا تو سوچاکہ اُنہیں جمع کر کے وسائل الشیعہ کے ساتھ ملحق کرناقرب خدا کا باعث ہے اور بہترین اعمال وعبادات میں سے ہے۔چونکہ اُن روایات کو جمع کر نے میں اہل بیت علیہم السلام کی روایات کی حفاظت کے لئے بہت اہم اور عظیم فوائد ہیں اور دین کی بنیاد اُن کے ذریعے کامل اور پیغمبر خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت مزید درخشندہ ہو جائے گی ''۔(مقدمہ مستدرک الوسائل )

## مستدرک کا اسلوب

محدث نوری نے مستدرک کو وسائل الشیعہ ہی کے اسلوب پر تالیف کیا ہے۔لہٰذا اُنھوں نے کتاب کے ابواب کی ترتیب وسائل کے ابواب کی ترتیب کے مطابق رکھی ہے تاکہ رجوع کر نے والا آسانی کے ساتھ اپنی مطلوبہ روایات تک پہنچ جائے۔اگر اُن کی نظر میں وسائل الشیعہ کے ابواب کے عناوین میں فرق تھا تو بھی اُن میں مطابقت پیدا کی گئی ہے تاکہ دونوں کتابیں ایک شخص کی تحریر کے طور پر پہچانی جائیں۔

اگر اُنہیں کسی باب میں کوئی خاص روایات نہیں ملیں تو اس باب کو ختم ہی کر دیا ہے۔اس کتاب میں صاحب وسائل کو ''شیخ '' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور خود وسائل کو اُس کے اصلی نام "وسائل الشیعہ" کے نام سے ہی یاد کیا گیا ہے۔اکثر ابواب کے آخر میں ابواب کے مطالب کے بارے میں اہم نکات بیان کئے گئے ہیں۔جہاں شیخ حر عاملی نے کسی روایت کو ایک خاص باب میں نہیں ذکر کیا لیکن کسی دوسری جگہ ذکر کردیا ہے تو محدث نوری نے اس روایت کو اسی خاص باب میں ذکر کیا ہے جواُن کی نظر میں ضروری تھا۔

## مستدرک کی خصوصیات

محققین نے مستدرک الوسائل کی جو خصوصیات ذکر کی ہیں وہ یہ ہیں :

۱۔وسائل الشیعہ میں جو روایات ضعیف تھیں اس کتاب میں اُن کی صحیح سند ذکر کردی گئی ہے۔

۲۔وسائل الشیعہ میں بعض غریب اور نادر روایات کی کثرت کو اس کتاب میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کردیا گیا ہے۔

۳۔بعض مرسلہ روایات کی سند اس کتاب میں ذکر کردی گئی ہے۔

۴۔بعض موقوف روایات کو اس کتاب میں مستند کردیا گیا ہے۔

۵۔بعض غیر واضح روایات کی دلالت ،اس کتاب میں روشن اور واضح کردی گئی ہے۔

## تاریخ تالیف

مستدرک الوسائل کی تاریخ تالیف کے بارے میں میرزا حسین نوری کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ محدث نوری نے تقریباً ۱۲۹۵ ھ کو سامراء شہر میں حضرت امام ہادی اور امام حسن عسکری علیہما

السلام کے جوار میں اس کتاب کی تالیف شروع کی تھی ،یہ وہ زمانہ تھا جب وہ میرزائے شیرازی کی خدمت میں تھے اور ان سے کسب فیض کر رہے تھے۔اس کتاب کا پہلا حصہ ۱۳۱۴ ھ میں ختم ہوا۔اس وقت میرزائے شیرازی کو فوت ہوئے ایک سال گذر چکا تھا۔پھر ۱۳۱۹ ء کو نجف اشرف میں اس کتاب کا دوسرا حصہ مکمل ہوا جو کتاب کے خاتمے پر مشتمل ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزاحسین نوری نے اس کتاب کو ۲۴ سال کے عرصے میں مکمل کیا ہے اور حدیث کے اس عظیم مجموعے پر اُن کی عمر کے ۲۴ سال صرف ہوئے ہیں۔

## فہرست مستدرک

محدث نوری نے مستدرک الوسائل کی ایک فہرست بھی لکھی ہے جیسا کہ شیخ حر عاملی نے "من لایحضرہ الامام" کے نام سے ''وسائل الشیعہ '' کی فہرست لکھی تھی۔لیکن محدث نوری نے اس فہرست کا کوئی خاص نام نہیں رکھا بلکہ خود مستدرک کے ایک حصے کے طور پر اسے شائع کیا ہے۔

## خاتمہ مستدرک

مستدرک الوسائل کا خاتمہ ،محدث نوری کے علم رجال اور کتاب اور نسخہ شناسی میں اُن کی مہارت کی نشاندہی کرتا ہے۔اگر چہ مستدرک کی روایات اور احادیث بھی اس باب میں محدث نوری کی وسیع معلومات اور تخصص کو ظاہر کرتی ہیں لیکن جو شخص اس کتاب کا خاتمہ پڑھتا ہے۔اُسے محدث نوری کی علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم وفنون میں وسیع معلومات اور مہارت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

وہ اس کتاب کے آخر میں بارہ فوائد ذکر کرتے ہیں جن میں بہت سے دقیق ، مشکل اور اہم رجالی مباحث پیش کرتے ہیں کہ جن میں عامہ کی توثیقات ، علمی مبانی اور اسلوب میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ وہ اس حصے میں اس علم کے علماء کے مختلف نظریات اور تحقیقات واقوال کو پیش کرتے ہیں۔لہٰذا بہت سے فقہا اور مجتہدین نے مستدرک کے خاتمے کی علمی حیثیت اور منزلت کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیعہ امامیہ کی کتب رجال وحدیث میں اس قسم کے گراں بہا فوائد بہت کم ملتے ہیں۔

چونکہ اس حصے میں بہت سے مجہول راویوں کے بارے میں تحقیق کی گئ ہے۔محدث نوری اس میں ایسے شواہد پیش کرتے ہیں کہ جو بہت سے راویان حدیث کے حُسن حالات اور معتبر ہو نے پر دلالت کرتے ہیں۔اس طرح بہت سے گذشتہ راویوں کی پہچان ہو جاتی ہے۔وہ دلیل کے ساتھ بعض مجھول الحال ناشناختہ راویوں کے بارے میں ثابت کرتے ہیں کہ یہ لوگ بزرگ اور معتبر علماء میں سے تھے۔ لیکن اس فن کے علماء کی عدم توجہ کا شکار ہو گئے ہیں۔

وہ فقط روایات کا دفاع ہی نہیں کرتے بلکہ بہت سی شیعہ کتب حدیث ورجال کو بھی پیش کرتے ہیں کہ جو شہرت اور اعتبار کے لحاظ سے دوسری کتابوں سے کم تر نہیں ہیں اور بہت سے معتبر علماء نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

یہ خاتمہ اپنے حجم کے لحاظ سے خاتمہ وسائل الشیعہ سے چھ گنا بڑا ہے اور مباحث کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ عمیق اور دقیق ہے۔مثلاً شیخ حر عاملی نے مشیخہ صدوق کے بارے میں فقط طرق شیخ صدوق پر اکتفا کیا ہے لیکن محدث نوری رجال صدوق میں سے ایک ایک فرداور ان کی روایات اور مشائخ وشاگردوں کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں۔

## خاتمہ مستدرک کے عناوین

محدث نوری نے خاتمہ کتاب میں پیش کئے گئے ''فوائد '' میں ان موضوعات پر بحث کی ہے :

۱۔منابع کتاب۔

۲۔منابع کتاب اور اُن کے مئولفین کا تعارف۔

۳۔ان کتابوں اور ان کے مشایخ تک محدث نوری کے سلسلہ اسناد کا ذکر۔

۴۔ثقۃ الاسلام کلینی کی کتاب ''الکافی'' کا تعارف۔

۵۔کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' کے مشیخہ کا تعارف۔

۶۔ شیخ طوسی کی کتاب ''تہذیب '' کے بارے میں چند نکات۔

۷۔اصحاب اجماع اور اُن کی تعداد

۸۔اصحاب امام صادق علیہ السلام کی توثیق

۹۔وثاقت اور اُس کے امارات (نشانیوں ) پر دلالت کرنے والے الفاظ

۱۰۔وسائل الشیعہ کے خاتمے میں معتبر راویوں کے نام

۱۱۔حجیت قطع کے بارے میں اخباریوں کا نظریہ

۱۲۔علم حدیث کی قدر ومنزلت

مستدرک الوسائل کے بارے میں آقابزرگ تہران کی رائے

عظیم رجال اور کتاب شناس آقا بزرگ تہرانی ، محدث نوری کے شاگرد خاص تھے ؛وہ مستدرک الوسائل کے بارے میں لکھتے ہیں :

''کتاب مستدرک الوسائل ،محدث نوری کی تالیفات میں سے سب سے قیمتی اور عظیم ترین تالیف شمار ہوتی ہے اُنہوں نے اس کتاب میں وہ روایات جمع کی ہیں جو شیخ حر عاملی کی کتاب'' وسائل الشیعہ'' میں نہیں آسکی تھیں۔یہ کتاب ۲۳ ہزارروایت پر مشتمل ہے کہ جوحدیث کی معتبرکتابوں کے مختلف حصوں سے جمع کی گئی ہیں اور اسے'' وسائل الشیعہ'' ہی کی ترتیب کے مطابق لکھا گیا ہے۔یہ کتاب بزرگ شیعہ علماء اور متاخر محققین کے نزدیک پسندیدہ ترین کتاب شمار ہوتی ہے اور سبھی نے اسکے مئولف کے مقام ومنزلت اور مہارت کا اعتراف کیا ہے۔اس کتاب کا اعتبار بھی دوسری کتب حدیث کی مانند معتبر ہے کہ جو زمانہ حاضر میں لکھی گئی ہیں۔تمام مجتہدین پر لازم ہے کہ وہ شرعی احکام کے استنباط میں اس کتاب کی روایات کی طرف بھی متوجہ رہیں تاکہ روایات میں اُن کی جستجو کامل ہو جائے''۔

## آخوند خراسانی کی رائے

''کفایۃ الاصول''کے مئولف آخوند محمد کاظم خراسانی اپنے درس میں کہ جس میں پانچ سو سے زیادہ مجتہدین شرکت کرتے تھے ؛اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں :

'' ہمارے زمانے میں کسی مجتہد پر حجت تمام نہیں ہو سکتی جب تک وہ محدث نوری کی کتاب مستدرک الوسائل کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اُس کتاب کی روایات سے آگاہ نہیں ہوتا''۔

## مستدرک کے مخطوطات

اس کتاب کے مختلف قلمی نسخے درج ذیل کتابخانوں میں محفوظ ہیں :

۱۔کتابخانہ آستان قدس رضوی مشہد میں خود مئولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔اس قلمی نسخے کی نگارش ، ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۹ ء کو ختم ہوتی ہے۔اس نسخے کے آخر میں آقا بزرگ تہرانی کے دستخط بھی موجود ہیں جنھوں نے اس کی تائید کی ہے۔

۲۔مستدرک کا دوسرا قلمی نسخہ علامہ سید عبد العزیز طباطبائی مرحوم کے کتابخانے میں ہے۔اس نسخے پر آقا بزرگ تہرانی کے مستدرک الوسائل پر حواشی بھی لکھے ہوئے ہیں۔

۳۔ایک تیسر ا نسخہ تہران کے کتابخانہ نصیری میں محفوظ ہے۔

## مستدرک الوسائل کے مختلف ایڈیشن

سب سے پہلے ''مستدرك الوسائل'' تین بڑی (رحلی) جلدوں میں تہران میں چھپی ہے اور پھر یہی ایڈیشن مئوسسہ اسماعلیان قم کی طرف سے آفسٹ پرنٹ کے ساتھ دوبارہ شائع ہوئی ہے۔اس ایڈیشن کے ساتھ ایک رسالہ بھی چھپا ہے کہ جو سید محمد رضا نوری کی تحقیق ہے۔جس کے تین حصے ہیں :

۱۔خاتمہ مستدرک کے فائدہ پنجم کی شرح ،جس کا عنوان ہے :''المرشد الی مشیخة الفقیه '' اس میں فقیہ مشائخ کے نام کو حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔اس حصے میں اُن علماء کے نام کی فہرست پیش کی گئ ہے جن کو میرزا حسین نوری نے فائدہ سوم ''مشایخ الاجازات'' کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

۳۔اس حصے میں خاتمہ مستدرک کے تمام فوائد کی فہرست دی گئی ہے۔

مستدرک کی جدید اشاعت مئوسسہ آل البیت قم نے ۱۸ جلدوں میں کی ہے جس کے ساتھ تین جلدوں میں مستدرک کی فہرستیں بھی شائع کی گئی ہیں۔یہ اشاعت فنی لحاظ سے کامل ترین اشاعت سمجھی جاتی ہے۔ اس اشاعت میں جو تحقیقی کام کیا گیا ہے،وہ یہ ہے :

۱۔اصلی منابع کے ساتھ احادیث کی تطبیق

۲۔متن کے بعض اغلاط کا تعین

۳۔اصلی منبع میں حدیث کی نشاندہی

۴۔حدیث کی بعض لغات کی وضاحت۔

.........................

## توضیحات

### ۱۔اجازۂ روایت

حدیثوں کو جھوٹوں اور جعلی حدیث گھڑنے والوں کی دستبرد سے حفاظت کیلئے اور نااہل ونا مجہول الحال راویوں کے توسط سے نقل حدیث کرنے کی حفاظت کی خاطر قدیم زمانے سے علمائے علم حدیث نے ''اجازۂ روایت '' دینے اور لینے کی ایک رسم بنالی ہے۔مشائخ حدیث جس شخص کے تقویٰ اور علم کو آزمالیتے تھے اس کو اجازۂ روایت دیتے تھے۔طلاب علوم بھی اس علم کے علماء ومشائخ کے پاس جاکر '' علم حدیث'' سیکھتے تھے پھر ان سے اجازے کی درخواست کرتے تھے تاکہ ان کی بیان کردہ احادیث معتبر سمجھی جائیں، کم وبیش یہ طریقۂ کار اب تک جاری ہے۔

مشائخ جو اجازے دیتے تھے وہ بھی مختلف ہوا کرتے تھے۔بعض اجازے تحریری اور بعض زبانی ہوا کرتے تھے اور جس کے پاس اس طرح کا اجازہ ہوتا تھا وہ حدیث بیان کرتے وقت کہتا تھا:'' فلاں شخص نے تحریری یا زبانی اجازے کے ذریعے مجھے اس طرح خبری دی ہے۔

## ۲۔فصل الخطاب

میرزاحسین نوری طبرسی کی ایک کتاب ''فصل الخطاب '' کے نام سے مشہور ہے کہ جو خود مئولف کے لئے طعن کا موجب بن گئی تھی۔چونکہ محدث نوری ایک محدث ہونے کے ناطے روایات واحادیث سے گہرا شغف رکھتے تھے اور مختلف موضوعات پر روایات کی جمع آوری اُن کا بہترین مشغلہ تھا،وہ محض ایک محدث تھے نہ متکلم۔جس کی وجہ سے اسلامی کتابوں خصوصاً اہل سنت کی کتب حدیث میں روایات تحریف کی فراوانی نے اُنہیں اس موضوع سے متعلق روایات جمع کرنے پر اُبھارا اور اُنہوں نے کتب حدیث سے روایات تحریف جمع کر ڈالیں۔فصل الخطاب میں تحریف قرآن سے متعلق بارہ قسم کی روایات جمع کی تھیں جن میں سے دو قسم کی روایات کا تعلق شیعہ کتب حدیث سے ہے اور باقی دس قسم کی روایات کا تعلق کتب اہل سنت سے ہے۔اور یہ بات بھی واضح ہے کہ میرزاحسین نوری اعتقادات کی کوئی کتاب تالیف نہیں کر رہے تھے بلکہ اُنہوں نے فقط کتب حدیث میں روایات تحریف کی فراوانی کی وجہ سے ایک محدث ہونے کے ناطے ان کو جمع کر ڈالا لیکن اس کے ساتھ اپنے مکتب ومذہب کے حوالے سے کوئی ایسی بات نہیں لکھی کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ امامیہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔اگر یہ بات کسی عقائد کی کتاب میں ہوتی تو یہ شیعہ کے عقیدۂ تحریف کی دلیل بن سکتی تھی۔لیکن جب مسلمان محدثین کی کتب حدیث سے متاثر یہ کتاب منظر عام پر آئی تو اس کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا اور مخالفین امامیہ نے اسے اُن کے عقیدۂ تحریف کی دلیل بنا لیا۔حالانکہ اس

کتاب کے خلاف سب سے پہلے شیعہ علماء اور محققین نے مئوقف اختیار کیا اور اُسی زمانے میں چند کتابیں ، محدث نوری کے اس کام کی رد میں سامنے آگئیں اور پھر میرزا حسین نوری نے بھی اپنی غلطی محسوس کر لی اور اس کتاب کی وجہ سے پیدا ہو نے والے شبہات کے رد میں ایک اور کتاب تالیف کی۔

انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ محض کتب حدیث میں نقل ہو نے والی کسی روایت کی وجہ سے کسی کے ساتھ کوئی عقیدہ منسوب نہیں کیا جاسکتا لیکن افسوس کہ مخالفین مذہب اہل بیت نے اس کتاب کو بہانہ بنا کر مذہب اہل بیت کے پیروکاروں پر خوب کیچڑ اُچھالا لیکن یہی لوگ اس بات سے غافل تھے کہ خود اُنہی کے مکتب میں بھی ایسی مثال موجود ہے کہ جس کے مطابق ایسا واقعہ صرف امامیہ کے ہاں پیش نہیں آیا بلکہ مصر کے ایک جید عالم علامہ ابن الخطیب المصری نے ۱۹۴۷ء میں اسی قسم کی ایک کتاب تالیف کی جس میں ضعیف اور نادر روایات جمع کرکے قرآن کی تحریف وتبدیلی اورعدم صحت الفاظ پر بے شمار دلائل پیش کیے۔مزید تفصیل کے لئے دیکھئے :

۱۔القرآن الکریم :ترجمہ وحواشی از شیخ محسن علی نجفی ،طبع دار القرآن الکریم جامعۃ اہل البیت ،اسلام آباد

۲۔البیان فی تفسیر القرآن ،آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی۔

۳۔روشن حقائق ،جلد اول (عدم تحریف قرآن )از سید رمیز الحسن موسوی۔

☆☆☆☆☆

# منابع و مآخذ

اس مقالے کی تیاری میں درج ذیل منابع اور مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے :


۱۔آشنائی با تاریخ ومنابع حدیثی ،دکتر علی نصیری ، مرکز جهانی علوم اسلامی ، قم،۱۳۸۵ ش

۲۔آشنايي بامتون حديث ونہج البلاغہ، شیخ مهدی مهریزی۔،مرکز جهانی علوم اسلامی ، قم

۳۔تاریخ حدیث ،کاظم مدیر شانہ چی ،سازمان مطالعہ وتدوین کتب علوم انسانی دانشگاہھا

۴۔تاریخ حدیث ،ڈاکٹر رضا مئودب ،انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی ، قم

۵۔دانش حدیث ، محمد باقر نجف زادہ بار فروش ،مئوسسہ انتشارات جہاد دانشگاہی (ماجد) ،تہران ، ۱۳۷۳ ش

۶۔سوفٹ ویئر ،نور ،جامع الاحادیث ، نسخہ ۲/۵،مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی ، قم

۷۔علم حدیث ،زین العابدین قربانی ،انتشارات انصاریان ، قم

۸۔علم الحدیث ودرایۃ الحدیث ،کاظم مدیر شانہ چی ،دفتر انتشارات اسلامی ،جامعہ مدرسین ، قم ،۱۳۷۲ ش

۹۔مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل ، میرزا حسین نوری طبرسی ،مئوسسہ اسماعلیان ، قم

۹۔الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ، شیخ آقا بزرگ تہرانی ،المکتبۃ الاسلامیہ ، تہران

## کتاب شناسی

# اصول فقہ میں شیعہ علماء کی تصانیف

از: سید رمیز الحسن موسوی

### كِفَايَةُ الأُصُولِ

تالیف : الشیخ محمد کاظم الخراسانی معروف بہ آخوند (متوفی ۱۳۲۹ھ)

علم فقہ کے مقدماتی علوم میں سے ایک اہم اور بنیادی علم ،اُصول فقہ ہے جو اجتہاد اور شرعی احکام کے استنباط کی بنیاد ہے جس میں مہارت اور تحقیق کے بغیر کوئی بھی شخص فقہ واجتہاد کے درجات عالیہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔

علم اصول فقہ میں علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی علمی خدمات اسلامی علوم وفنون کا ایک سنہری باب ہے جو غیبت کبریٰ کے زمانے سے لے کر آج تک ترقی وپیش رفت کی منازل طے کر رہا ہے اور شیعہ فقہ میں باب اجتہاد کے کھلا ہو نے کی وجہ سے شیعہ حوزہ ہائے علمیہ میں اس علم کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ اسی لئے شیعہ اُصولیین نے اس باب میں اپنی گرانقدر تحقیقات اور تالیفات یاد گار چھوڑی ہیں۔جن میں ایک ملا محمد کاظم آخوند خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کفایۃ الاصول '' بھی ہے جو عصر حاضر میں شیعہ مدارس اور علمی مراکز میں اُصول فقہ میں نصاب کی کتاب شمار ہوتی ہے اور اس کتاب کی تدریس کر نے والا عالم ،اس علم میں ماہر کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سے پہلے کہ ہم ''کفایۃ الاصول'' کا تعارف کرائیں ؛اس کے مئولف کے بارے میں کچھ معلومات پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

## آخوند خراسانی (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۹ھ)

عظیم فقیہ اور علم اُصول فقہ کے ماہر آیت اللہ ملا محمد کاظم خراسانی معروف بہ آخوند خراسانی ۱۲۵۵ھ میں مشہد میں پید اہوئے۔اُن کے والد مُلا حسین ہرات کے رہنے والے تھے لیکن اُنہوں نے مشہد میں سکونت اختیار کر لی تھی وہ ایک عالم دین تھے اور تبلیغ دین کے علاوہ تجارت بھی کرتے تھے۔اسی مقصد کے لئے وہ مسلسل ہرات اور مشہدکے درمیان سفر میں رہتے تھے اور اپنے سفر کے دوران تجارت کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دینی احکام کی تبلیغ بھی کرتے تھے۔اسی دوران اُنہوں نے کاشان میں شادی کر لی اور اس شادی کے نتیجے میں خدا نے اُنہیں چار بیٹے بنام نصر اللہ ،محمد رضا ،غلام رضا اور محمد کاظم عطا کئے۔ملا حسین ہراتی کے بیٹوں میں سے محمد کاظم نے علوم دینی میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور آخوند خراسانی کے نام سے مشہورہوئے ،محمد کاظم (آخوند خراسانی) نے ابتدائی دینی تعلیم مشہد میں حاصل کی اور پھر سبزوار چلے گئے اور ایک عرصے تک مُلا ہادی سبزواری کے درس معقولات میں شرکت کی۔پھر تہران آگئے اور میرزا ابوالحسن جلوہ اور دوسرے اساتذہ سے فلسفہ ومنطق کی تعلیم حاصل کی۔۱۲۷۸ھ میں نجف اشرف کی طرف ہجرت کی اور اُس زمانے کے عظیم فقیہ اور اُصولی شیخ مرتضٰی انصاری کے درس میں شرکت کی اور ساتھ ہی نجف کے دوسرے علماء سے بھی کسب فیض کیا۔شیخ انصاری کی وفات کے بعد میرزائے شیرازی کی شاگردی اختیار کی اور اُن کے خاص شاگردوں میں قرار پائے

آخوند خراسانی علم اصول فقہ کے عظیم اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور اُنہوں نے چالیس سال سے زیادہ اس علم کی تدریس کی ہے اُن کے درس سے تقریباً ۱۲ سو علماء نے کسب فیض کیا ہے جن میں سے تقریباًدوسو افراد خود مجتہد تھے ؛معاصر فقہاء میں سے آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی ، آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی، آیت اللہ سید حسین بروجردی ، آیت اللہ حسین قمی اور آیت

ضیاء الدین عراقی کا شمار آخوند خراسانی کے نمایاں شاگردوں میں ہوتا ہے۔اُن کا زیادہ کام اُصول فقہ میں ہے اور اُن کے اُصولی نظریات وآراء کے بارے میں ہمیشہ حوزہ ہائے علمیہ میں بحث ہوتی رہی ہے اور اُن کی اُصولی آراء پر درس خارج کی ابحاث کی جاتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اُنھوں دینی سیاست کے میدان میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا اور تحریک مشروطیت کے بانیوں میں سے قرار پائے اور استبداد کے خلاف اُن کی جدو جہد تاریخ ایران کا حصہ بن چکی ہے اُنھوں نے مشروطیت کی ضرورت کا فتویٰ دیا جس کی وجہ سے استبداد مخالف علماء میں اُن کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔آخر کار یہ مجاہد مرجع تقلید ۱۳۲۹ ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور نجف اشرف میں ہی دفن ہوئے۔

## آخوند خراسانی کی تالیفات

آخوند خراسانی نے بہت سی کتابیں فقہ، اُصول فقہ اور فلسفہ میں لکھیں ہیں جو یہ ہیں:

### الف:اصول فقہ میں تالیفات

حاشیہ مختصر بر رسائل،کہ جو آخوند کی پہلی تالیف ہے۔یہ کتاب اُنھوں نے ۲۸ سال کی عمر میں اپنے استاد شیخ انصاری کی کتاب رسائل پر مختصر حواشی کے طور پر لکھی ہے۔

۲۔حاشیہ مفصل بر رسائل شیخ انصاری: یہ کتاب ''دررالفوائد '' کے نام سے چند بار شائع ہو چکی ہے

۳۔فوائدالاصول ؛یہ کتاب ۱۳۱۶ ھ میں تہران میں شائع ہوئی ہے۔

۴۔رسالۃ فی المشتق

۵۔رسالۃ حواشی الاستصحاب۔اس کی تاریخ تالیف معلوم نہیں۔

۶۔رسالۃ حواشی الظن : یہ کتاب ۱۳۰۲ ھ میں لکھی گئ ہے

۷۔رسالۃ حواشی القطع : یہ کتاب ۱۳۱۵ ھ میں لکھی گئ ہے۔

۸۔کفایۃ الاصول : یہ کتاب ۱۲۹۱ ھ میں لکھی گئ ہے جس کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔

## ب: فقہی تالیفات

۹۔حاشیہ علی المکاسب۔یہ شیخ انصاری کی کتاب ''المکاسب ''پر حاشیہ ہے۔جس کا موضوع بیع اور خیارات ہے ،یہ کتاب ۱۳۱۹ھ میں لکھی گئ ہے۔یہ فقہ میں آخوند خراسانی کی اہم کتاب ہے جو مکاسب کے دقیق ترین حواشی میں شمار ہوتی ہے۔

۱۰۔شرح علی ''التبصرہ '' :یہ علامہ حلی کی فقہی کتاب تبصرہ کی شرح ہے۔

۱۱۔تلخیص للتبصرۃ :جو ''تکملۃ التبصرۃ '' کے نام سے ۱۳۲۸ ھ میں تہران سے شائع ہوئی ہے۔

۱۲۔اللمعات النّیرۃ فی شرح تکملۃ التبصرۃ '' یہ متن تکملۃ کی طہارت سے مواقیت الصلاۃ تک شرح ہے

۱۳۔رسالۃ فی مسئلۃ الاجارۃ (نامکمل)

۱۴۔رسالۃ فی الطلاق (نامکمل)

۱۵۔رسالۃ فی معنی العدالۃ

۱۶۔رسالۃ فی الرھن

۱۶۔رسالہ ای در وقت

۱۷۔رسالۃ فی الوقف

۱۸۔رسالۃ فی الرضاع (دودھ پلانے کے بارے میں فقہی احکام )

۱۹۔رسالۃ فی الدماء الثلاثۃ(حیض ونفاس اور استحاضہ کے بارے میں فقہی احکام )یہ رسالہ اکثر محققین کی نظر میں ایک دقیق ترین کتاب ہے۔

۲۰۔کتاب فی القضاء والشھادات (نامکمل)

۲۱۔رسالہ عملیہ بنام ''روح الحیاۃ'' یہ کتاب ۱۳۲۷ھ میں بغداد میں طبع ہوئی ہے۔

۲۲۔ذخیرۃ العباد فی یوم المعاد''یہ فارسی میں توضیح المسائل ہے جو پہلے بمبئی اور پھر تہران میں شائع ہوئی ہے۔

ج: فلسفی تالیفات

۲۳۔حاشیہ بر اسفار (ملاصدرا کی کتاب پر حاشیہ)

۲۴۔حاشیہ بر منظومہ ہادی سبزواری

## کفایۃ الاصول

''کفایۃ الاصول '' ملامحمد کاظم خراسانی کی گرانقدر ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے اور یہ کتاب عصر حاضر کی اہم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے جو شیعہ دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔

## کفایۃ الاصول کے مضامین

یہ کتاب ایک مقدمے اور آٹھ مقاصد اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں تیرہ اہم تمہیدی ابحاث کو پیش کیا گیا ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے :

آخوند خراسانی خطبہ کتاب کے بعد :لکھتے ہیں :وبعد فقد رتّبته علی مقدمة ومقاصد وخاتمة۔ واما المقدمة: ففی بیان اُمور (یعنی میں نے اس کتاب کو ایک مقدمے ، کچھ مقاصد اور ایک خاتمے کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اور مقدمے میں چند امور بیان ہوئے ہیں )جو یہ ہیں:

امر اول :تعریف موضوع علم ، اغراض کے لحاظ سے علوم میں فرق اور پھر علم اُصول کا موضوع اور اس کی تعریف بیان ہوئی ہے

امر دوم :وضع کی تعریف اور وضع کی اقسام بیان ہوئی ہیں۔امر سوم :استعمال مجازی کی بحث کی گئی ہے۔

امر چہارم:اطلاق لفظ کی بحث پر مشتمل ہے۔امر پنجم : وضع الفاظ کی بحث ہے۔ امر ششم :میں مرکبات کے وضع کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔امر ہفتم :میں امارات الوضع اور تبادرو عدم صحت السلب کا موضوع پیش کیا گیا ہے۔

امر ہشتم : میں لفظ اور اُس کے تعارضات کی بحث کی گئی ہے۔امر نہم میں الحقیقۃ الشرعیہ کا موضوع پیش کیا گیا ہے۔

امر دہم میں صحیح واعم کی بحث پر تفصیلی بیان ہوا ہے۔امر یازدہم میں اشتراک لفظی کا موضوع چھیڑا گیا ہے۔

امر دوازدہم میں ''ایک سے زیادہ معانی میں لفظ کے استعمال '' کی بحث کی گئی ہے۔اور آخر میں امر سیزدہم میں : مشتق جیسے معرکۃ الآراء اُصولی موضوع کو پیش کیا گیا ہے۔

ان مقدماتی ابحاث کے بعد آخوند خراسانی ''المقاصد '' کے عنوان کے تحت کتاب کی اصلی فصول کا آغاز کرتے ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے :

**مقصد اول** : اوامر کی بحث ہے جس کی چند فصلیں ہیں :

فصل۱ :مادہ امر۔فصل ۲ : صیغہ امر۔فصل ۳:اجزاء کے متعلق ہے۔فصل ۴: مقدمہ واجب کے موضوع پر مشتمل ہے۔فصل ۵: میں مسئلہ ضد کی بحث ہے۔فصل ۶: کا عنوان''فی حکم امر الآمر مع علمہ بانتفاء شرطہ '' ہے'فصل ۷: میں اوامر ونواہی کے طبائع سے تعلق کی بحث ہے۔فصل ۸: میں نسخ الوجوب کی بحث ہے۔فصل ۹ : کا عنوان'' وجوب تخییری '' ہے۔فصل ۱۰ : کا عنوان وجوب کفائی ہے۔فصل ۱۱ : میں واجب الموقت کی بحث کی گئی ہے۔فصل ۱۲ : میں ''فی الامر بالامر '' کا موضوع ہے اور فصل ۱۳: میں''فی الامر بعد الامر '' کی بحث کی گئی ہے۔

**مقصد دوم** میں'' نواہی ''کی بحث ہے۔اس کی بھی چند فصلیں ہیں جن میں :مادۃ النہی ،اجتماع امر ونہی ، کسی شئے سے نہی اُس کے فساد کی مقتضی ہے یا نہیں ؟ جیسے موضوعات کو پیش کیا گیا ہے۔

**مقصد سوم** میں'' مفاہیم'' کی بحث ہے۔جو ایک مقدمے اور پانچ فصول پر مشتمل ہے جن میں مفہوم شرط ،مفہوم وصف ،مفہوم غایت ،ادوات استثناء اور مفہوم لقب وعدد کی بحث کی گئی ہے۔

**مقصد چہارم :**عام وخاص کے عنوان سے ہے جس میں چند فصول ہیں جو عام کی تعریف سے لے کر خاص وعام کے احوال کی بحث ہے اور پھر نسخ کی بحث کے تحت بداء جیسے اہم کلامی و فلسفی موضوع کی بھی وضاحت کی گئ ہے۔

**مقصد پنجم :** میں مطلق ومقید اور مجمل و مبیّن کی بحث کی گئ ہے۔یہ بھی چند فصلو ں پر مشتمل ہے۔

**مقصد ششم :** میں امارات شرعی و عقلی کے موضوع پر تفصیلی بحث کی گئ ہے۔جس میں چند فصول کے تحت : قطع ،اقسام قطع ، قطع اجمالی کی حجیت،ظنون اور ظواہر الفاظ ،اجماع منقول ،خبر واحد ،اور اس کی حجیت کی تفصیلات بیان کی گئ ہیں۔

**مقصد ہفتم** : میں اُصول عملیہ کے عنوان کے تحت چند فصول میں :.برائت ، تخییر ،اشتغال ،اقل واکثر ، استصحاب جیسے معرکۃ الآراء اصولی موضوعات پر تفصیلی ابحاث پیش کی گئ ہیں۔

**مقصد ہشتم** : میں ادلہ اور امارات کے تعارض کی بحث کی گئ ہے جس کوچند فصول کے تحت پیش کیا گیا ہے۔

آخر میں ''الخاتمہ '' کے عنوان سے'' اجتہاد و تقلید ''کے عنوان سے چند فصول میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئ ہے۔

## کفایۃ الاصول کے حواشی

اس کتاب پر ایک سو سے زیادہ مجتہدین نے حاشیہ ،شرح اور تقریرات لکھی ہیں۔حواشی لکھنے والوں میں ،سید ابراہیم بن سید محمد شبر الحسینی النجفی ،شیخ محمد ابراہیم بن شیخ علی بن محمد حسین

کلباسی ، میرزا ابوالحسن بن عبد الحسین مشکینی اور خود آخوند کے فرزند حاج میرزا محمد کانام مشہور ہے۔

شرح لکھنے والوں میں :سید میرزا حسن رضئ قمی ، شیخ ابو الحسن مشکینی ، شیخ علی بن قاسم قوچانی اور سید حسن اشکوری یزدی حائری کانام مشہور ہے۔

تقریرات لکھنے والوں میں : شیخ ابوتراب بن محمد سلیم الساروی ، شیخ علی قوچانی نجفی ، شیخ علی گنابادی اور شیخ عبداللہ گلپایئگانی کا نا م مشہور ہے۔

# اہل قلم سے اپیل

سہ ماہی ''نور معرفت '' علمی و تحقیقی جریدہ ہے

جسے دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلاب کے درمیان علمی و تحقیقی شوق و جستجو پیدا کر نے کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔یہ جریدہ تمام مدارس اوراساتذہ وطلاب سے متعلق ہے۔لہٰذا اس سلسلے میں آپ کا علمی تعاون اور قیمتی آراء ہمیں اس جریدہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں مدد گار ثابت ہوں گی۔آپ سے گذارش ہے کہ اپنی دینی وعلمی تحقیقات اور نگارشات اس جریدہ کیلئے ارسال کریں۔ تحقیقی اور علمی تحریروں کا دل کھول کر استقبال کیا جائے گا۔تمام تحریریں ،فرقہ وارانہ مواد سے پاک اور علمی حوالوں سے مزین ہونی چاہیں۔

مدیر

سہ ماہی نور معرفت اسلام آباد

شعبہ تحقیقات ،نور الہدیٰ ٹرسٹ۔(رجسٹرڈ) بارہ کہو۔اسلام آباد

فون :2231937-051

ای میل noor.marfat@gmail.com

RELIGIOUS RESEARCH JOURNAL

Quarterly

# Noor-e-Marfat

Moharam, Safar, Rabi-ul-Awal,1431h

یکی از مطبوعات

نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

سادات کالونی، بارہ کہو، اسلام آباد فون: 051-2231937